Regd S. No 1411

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پوسٹ بکس نمبر ۷۳۹۴ کراچی ۳

رجسٹرڈ ایس نمبر ۱۴۱۱

مجلس خدام الاحمدیہ کراچی کا روزنامہ

المصلح

فی پرچہ ۱ آنہ

اتوار

ایڈیٹر: عبد القادر بی۔ اے

جلد ۶ | ۲۹ نبوت ۱۳۳۲ ہش - ۲۹ نومبر ۱۹۵۳ء | نمبر ۲۰۱

کراچی میں احمدی مستورات کی طرف سے جلسہ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ہمیں اپنے ہر عمل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کو مدنظر رکھنا چاہیئے (بیگم قیوم)

کراچی ۲۸ نبوت آج احمدی مستورات کی تنظیم لجنہ اماء اللہ کے زیر اہتمام احمدیہ ہال میں جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم منعقد ہوا۔ جلسہ کی صدارت محترمہ بیگم صاحبہ خان عبد القیوم خان نے فرمائی۔ آپ نے اپنی تقریر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف حالات زندگی پیش کرتے ہوئے ملک کی تمام عورتوں سے اپیل کی۔ کہ وہ اپنے ہر عمل میں حضور کے اسوۂ حسنہ نظر رکھا کریں۔ اور ان تمام تعلیمات پر خصوصاً عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں۔ جو حضور نے طبقہ نسواں کے لئے دی ہیں۔ محترمہ بیگم صاحبہ خان عبد القیوم خان کے علاوہ جناب بیگم صاحبہ ڈاکٹر منور علی صاحب محترمہ امۃ السلام صاحبہ اور محترمہ حفیظۃ الرحمٰن نے بھی تقاریر کیں محترمہ امۃ السلام صاحبہ نے اپنی تقریر میں خاص طور پر ان احسانات کا ذکر کیا۔ جو سرور کائنات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات اور اعمال سے عورتوں پر کئے ہیں۔ جلسہ کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ اور مختلف نظموں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی بعض نظمیں بھی پیش کی گئیں۔ جلسہ کے اختتام پر دعا سے قبل محترمہ بیگم صاحبہ چوہدری بشیر احمد صاحب صدر

مبلغ انڈونیشیا سید شاہ محمد صاحب پاکستان آرہے ہیں

مکرم سید شاہ محمد صاحب رئیس التبلیغ انڈونیشیا تیرہ سالہ تبلیغی خدمات کے بعد چند دنوں تک بذریعہ ہوائی جہاز پاکستان تشریف لا رہے ہیں۔ خیال ہے کہ وہ ۲۹ نومبر کو جکارتہ سے روانہ ہوں گے۔ اور یکم دسمبر کو کراچی پہنچیں گے۔

مکرم شاہ صاحب پچھلے دنوں درد گردہ کی وجہ سے علیل بھی رہے ہیں احباب ان کی صحت اور بخیر و عافیت سفر کے لئے دعا فرمائیں۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی طرف سے تحریک جدید کے نئے سال کے آغاز کا اعلان

اس موقعہ پر حضور نے اس مبارک تحریک کی اہمیت اور اس کے مقاصد پر نہایت بصیرت افروز خطبہ ارشاد فرمایا

ربوہ ۲۸ نبوت (بذریعہ تار) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے کل ربوہ میں خطبہ جمعہ ارشاد کرتے ہوئے تحریک جدید کے دفتر اول کے بیسویں اور دفتر دوم کے دسویں سال کے آغاز کا اعلان فرمایا۔ مکرم جناب وکیل المال صاحب بذریعہ تار اطلاع فرماتے ہیں کہ اس موقعہ پر حضور نے اس مبارک تحریک کی اہمیت اس کے مقاصد اور اس کے نتیجہ میں ملنے والے دائمی انعامات پر نہایت بصیرت افروز پیرائے میں روشنی ڈالی۔ حضور کا یہ پُر معارف خطبہ المصلح کی قریبی اشاعت میں ہدیۂ ناظرین کیا جائے گا۔ انشاء اللہ

تحریک جدید کے نئے سال کے آغاز کی اطلاع احباب تک پہنچاتے ہوئے ادارہ المصلح مکرم جناب وکیل المال صاحب کے الفاظ میں احباب جماعت کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ اب جبکہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے جانثار اور محبت رکھنے والے غلاموں سے نئے سال کے لئے قربانیوں کا مطالبہ کر چکے ہیں۔ ہم میں سے ہر ایک کا یہ فرض ہے۔ کہ ہم اس رنگ میں اپنے فدایانہ اور عاشقانہ جذبات کا اظہار کریں کہ حضور کے اس مطالبے کے جواب میں ہماری والہانہ لبیک سے زمین و آسمان گونج اٹھیں اور جماعت کا کوئی فرد بھی ایسا نہ ہو۔ کہ جو اس مبارک تحریک میں شریک نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ اور ہمیں حضور کے ارشاد پر عمل کرنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین اللھم آمین

اگر امریکی امداد ہماری آزادی پر اثر انداز ہوئی تو ہم اسے قبول کرنے سے فوراً انکار کر دینگے۔ (میجر صلاح سالم)

قاہرہ ۲۸ نومبر قومی راہنمائی کے مصری وزیر میجر صلاح سالم نے جمعرات کے روز اخبار نویسوں کو بتایا کہ مصر موجودہ حکومت کے برسر اقتدار آنے سے قبل ہی چوتھے نکتہ کے پروگرام کے تحت امریکی امداد حاصل کر رہا ہے۔ انہوں نے کہا ہمیں اس بات سے اتفاق ہے کہ یہ امداد جاری رہنی چاہیئے۔ اور ہمیں کوئی ذمہ داری قبول کئے بغیر امریکہ کی طرف سے برابر فنی امداد مل رہی ہے۔ تاہم میں یہ واضح کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ اگر یہ امداد ہماری آزادی پر اثر انداز ہوتی دکھائی دی۔ تو ہم اسے قبول کرنے سے انکار کر دینگے۔ روس کا ذکر کرتے ہوئے میجر صلاح سالم نے کہا۔ روس کے ساتھ ہمارے تعلقات بالکل اسی بنیاد پر قائم ہیں کہ جس بنیاد پر دیگر ممالک کے ساتھ ہم نے تعلقات استوار کئے ہوئے ہیں۔ ہماری پالیسی مصری مفاد پر مبنی ہے۔ اور اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم ہر ملک کے ساتھ تعاون کرنے کے لئے تیار ہیں۔ خواہ وہ روس ہو یا کوئی اور ملک۔

کوریائی سیاسی کانفرنس میں بعض غیر جانبدار ممالک کو مبصر کی حیثیت سے شامل کر لیا جائے

اقوام متحدہ کے نمائندہ کی طرف سے ایک نئی مصالحتی تجویز

پن مون جوم ۲۸ نومبر۔ اقوام متحدہ کے نمائندہ مسٹر ڈین نے کوریا کے تنازعہ کو حل کرنے کے لئے آج ایک نئی مصالحتی تجویز پیش کی۔ جس میں کہا گیا ہے کہ مجوزہ سیاسی کانفرنس میں بعض غیر جانبدار ممالک کو مبصر کی حیثیت سے شامل کر لیا جائے۔ لیکن ان کو کانفرنس میں ووٹ دینے کا حق حاصل نہ ہو۔

نئی تجویز میں یہ شرط بھی لگائی گئی ہے۔ کہ صرف انہی غیر جانبدار ممالک کو کانفرنس میں شامل کیا جائے۔ جنہیں کوریا کے مسئلہ کے متعلق پوری طرح واقفیت حاصل ہے۔ مسٹر ڈین نے مزید کہا کہ اس تجویز کے سلسلہ میں روس کو غیر جانبدار ملک تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

برسلز ۲۸ نومبر۔ بلجیم کے ایوان زیریں نے کل یورپ کی دفاعی برادری کے معاہدے کی توثیق کر دی دو ہفتہ کی بحث کے بعد کل جب رائے شماری ہوئی۔ تو معاہدے کے حق میں ۱۴۸ اور خلاف ۴۹ ووٹ آئے۔ تین ممبروں نے رائے شماری میں حصہ نہیں لیا۔

بھارت کے نئے صوبہ آندھرا میں مظاہرے

کرنول ۲۸ نومبر بھارت کے نئے صوبہ آندھرا میں آج بھی مظاہرہ جاری رہے۔ مظاہرے کرنول کو مستقل طور پر صوبہ کا صدر مقام بنانے کے حق میں کئے جا رہے ہیں۔ مظاہرین نے آج کئی جگہ ریلیں روک لیں۔ اور موٹروں پر پتھراؤ کیا۔ شہر میں دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دی گئی ہے۔ آندھرا کے وزیر اعظم نے ایک بیان میں کہا جو کمیٹی صوبہ کا دار الحکومت متعین کرنے کے لئے مقرر کی گئی ہے۔ اس کی سفارش پر اس سلسلے میں آخری فیصلہ کیا جائے گا۔

ایک دن میں ۶۳ آدمی ہلاک

شکاگو ۲۸ نومبر۔ سرکاری طور پر جو اعداد و شمار شائع کئے گئے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ۲۶ نومبر کو "یوم تشکر" کی تقریبات کے موقع پر ملک بھر میں آمد و رفت کے حادثات کی وجہ سے ۵۵ آدمی ہلاک ہوئے اس کے علاوہ ۸۵ اشخاص بعض دیگر قسم کے حادثات کی وجہ سے وفات پا گئے۔ اس طرح اس روز کل ۱۶۳ اشخاص حادثات کا شکار ہوئے۔

جماعت اسلامی پارٹی کی حیثیت سے مشرقی بنگال کے انتخابات میں حصہ نہ لیگی

ڈھاکہ ۲۸ نومبر۔ مشرقی پاکستان کی جماعت اسلامی نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ وہ ایک پارٹی کی حیثیت سے آنے والے انتخابات میں حصہ نہ لیگی۔ بلکہ انفرادی طور پر ان امیدواروں کی حمایت کرے گی۔ جو اس کے اصولوں کی بنیاد پر انتخاب لڑیں گے۔ اس فیصلہ کا اعلان مشرقی بنگال کی جماعت اسلامی کے امیر علی احمد خان نے ایک جلسہ عام میں کیا۔

عبد القادر پرنٹر و پبلشر نے مسلم پرنٹنگ پریس سے طبع کرا کر دفتر المصلح میگزین لین کراچی سے شائع کیا۔

روزنامہ المصلح کراچی

مورخہ ۲۹ نبوت ۱۳۳۲ھ

الامام المہدی

گزشتہ عیسوی صدی کے اواخر میں سر سید مرحوم کی تعلیمات کے زیر اثر مسلمانوں کے تعلیم یافتہ طبقہ کا ایک حصہ الامام المہدی کی آمد کا قائل نہیں رہا تھا۔ اس گروہ کے خیال میں جن احادیث میں ایسی شخصیت کی آمد کی خبر دی گئی ہے بلا استثنا تمام کی تمام موضوع ہیں۔ دراصل یہ اس نیچری تحریک کا اثر تھا۔ جو اس صدی میں تمام مغربی ممالک پر چھا گئی تھی۔ جس کو عقلیت یا سیکولرزم کا نام دیا جاتا ہے۔ یورپ میں یہ تحریک عیسائی مذہب کے بے بنیاد اور غیر معقول عقائد کے خلاف شروع ہوئی تھی ہم اس تحریک کا اور ان وجوہات کا جن سے یہ معرض وجود میں آئی پہلے کئی بار ذکر کر چکے ہیں۔ اسلامی ممالک سے مغربی تعلیم کے ساتھ ساتھ یہ تحریک مسلمانوں پر بھی اثر انداز ہوئی۔ مگر جب مغرب میں نئی سیاسی تحریکیں وجود میں آئیں۔ اور وہاں نیچریت کا اثر زائل ہوا تو مسلمان بھی اس سے متاثر ہوئے

چنانچہ جب سے جرمن فلاسفر نطشے نے اپنے فوق الانسان کا تصور پیش کیا ہے ہم مغربی تعلیم یافتہ مسلمانوں میں بھی اس کی آواز بازگشت سننے لگے ہیں علامہ اقبال مرحوم نے اپنی شاعری میں اس کا اظہار کیا ہے۔ اور اپنے اشعار میں ایک "مرد کامل" یا "مہدی" کے تصور کو قومی ترقی کے لئے لازمی قرار دیا ہے۔

یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے

حال کے اسلامی سیاسی لیڈر کی مندرجہ ذیل عبارت قابل غور ہے۔

"مجدد کامل کا مقام ابھی تک خالی ہے مگر عقل چاہتی ہے فطرت مطالبہ کرتی ہے۔ اور دنیا کے حالات کی رفتار متقاضی ہے کہ ایسا "لیڈر" پیدا ہو۔ خواہ اس دور میں پیدا ہو یا زمانے کی ہزار گردشوں کے بعد پیدا ہو اسی کا نام الامام المہدی ہے۔ جس کے بارے میں صاف پیشگوئیاں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام میں موجود ہیں۔

آجکل لوگ نادانی کی وجہ سے اس نام کو سنکر ناک بھوں چڑھاتے ہیں۔ ان کو شکایت یہ ہے کہ کسی آنے والے مرد کامل کے انتظار نے جاہل مسلمانوں کے قوائے عمل کو سرد کر دیا ہے۔ اس لئے ان کی رائے یہ ہے کہ جس حقیقت کا غلط مفہوم لے کر جاہل لوگ بے عمل ہو جائیں۔ وہ سرے سے حقیقت ہی نہ ہونی چاہیئے۔ نیز وہ کہتے ہیں کہ تمام مذہبی قوموں میں "کسی مرد از غیب" کی آمد کا عقیدہ پایا جاتا ہے۔ لہذا یہ محض ایک وہم ہے۔ لیکن میں نہیں سمجھتا کہ خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کی طرح پچھلے انبیا نے اپنی قوموں کو یہ خوشخبری دی ہو کہ نوع انسان کی دنیوی زندگی ختم ہونے سے پہلے ایک دفعہ اسلام ساری دنیا کا دین بنے گا۔ اور انسان کے بنائے ہوئے سارے "ازموں" کی ناکامی کے بعد آخر تباہیوں کا مارا ہوا انسان اس "ازم" کے دامن میں پناہ لینے پر مجبور ہوگا جسے خدا نے بنایا ہے۔ اور یہ نعمت انسان کو ایک ایسے عظیم الشان لیڈر کی بدولت نصیب ہوگی۔ جو انبیاء کے طریقہ پر کام کرکے اسلام کو اس کی صحیح صورت میں پوری طرح نافذ کر دے گا۔ تو آخر اس میں وہم کی کونسی بات ہے؟ بہت ممکن ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے کلام سے نکل کر یہ چیز دنیا کی دوسری قوموں میں بھی پھیلی ہو۔ اور جہالت نے اس کی روح نکال کر اوہام کے لبادے اس کے گرد لپیٹ دیئے ہوں۔ . . . .

. . . اگر یہ توقع صحیح ہے کہ ایک وقت اسلام تمام دنیا کے افکار تمدن اور سیاست پر چھا جانے والا ہے۔ تو ایسے عظیم الشان لیڈر کی پیدائش بھی یقینی ہے۔ جس کی ہمہ گیر زور قیادت میں یہ انقلاب رونما ہوگا۔ جن لوگوں کو ایسے لیڈر کے ظہور کا خیال سنکر حیرت ہوتی ہے۔ مجھے ان کی عقل پر حیرت ہوتی ہے۔ جب خدا کی اس خدائی میں لینن اور ہٹلر جیسے آئمہ ضلالت کا ظہور ہو سکتا ہے۔ تو آخر ایک امام ہدایت ہی کا ظہور کیوں مستبعد ہو؟"

(رسالہ تجدید و احیائے دین مصنفہ سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی صفحہ ۵۰)

ان صاحب نے اگرچہ الامام المہدی کے متعلق نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صاف پیشگوئیوں کا ذکر کیا ہے۔ مگر جو تصور آپ نے خود پیش کیا ہے۔ وہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نطشے کے "مرد کامل" کا ہی چربہ ہے۔ ان کے خیال میں مہدی میں تمام صفات دنیاوی لیڈروں کے سے ہوں گے۔ اور کوئی ایسی بات نہیں ہوگی۔ جس کا تعلق تعلق باللہ سے ہو۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

میرا اندازہ یہ ہے کہ آنے والا اپنے زمانہ میں بالکل جدید ترین طرز کا لیڈر ہوگا۔ وقت کے تمام علوم جدیدہ پر اس کو مجتہدانہ بصیرت ہوگی وغیرہ وغیرہ . . . پھر مجھے یہ بھی امید نہیں کہ اپنی جسمانی ساخت میں وہ عام انسانوں سے بہت مختلف ہوگا۔ کہ اس کی علامتوں سے اسے تاڑ لیا جائے۔ نہ میں یہ توقع رکھتا ہوں کہ وہ اپنے مہدی ہونے کا اعلان کرے گا۔ بلکہ شائد اسے خود بھی اپنے مہدی موعود ہونے کی خبر نہ ہوگی . . . مجھے اس کے کام میں کرامات وخوارق، کشوف والہامات اور چلوں اور مجاہدوں کی کوئی جگہ نظر نہیں آتی وغیرہ وغیرہ

ان صاحب نے اپنی دانست میں الامام المہدی کے پرانے تصور کا کہ الامام المہدی کے ساتھ الہٰی تائید کے نشان ہوں گے۔ گویا مضحکہ اڑانے کے لئے فرمایا ہے کہ "مجھے یہ بھی امید نہیں کہ اپنی جسمانی ساخت میں وہ عام انسانوں سے کچھ بہت مختلف ہوگا۔ کہ اس کی علامتوں سے اس کو تاڑ لیا جائے گا" حالانکہ وہ اس سے صرف یہ ثابت کر رہے ہیں۔ کہ ان کا تصور وہ نہیں ہے۔ جو ان صاف پیشگوئیوں میں پیش کیا گیا ہے۔ جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام میں موجود ہیں۔ ذیل میں ہم سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصنیف فتح اسلام سے ایک اقتباس درج کرتے ہیں۔

"اب اے مسلمانو! سنو اور غور سے سنو! کہ اسلام کی پاک تاثیروں کے روکنے کے لئے جس قدر پیچیدہ افترا اس عیسائی قوم میں استعمال کئے گئے ہیں۔ اور جو مکر حیلے کام میں لائے گئے۔ اور ان کے پھیلانے میں جان توڑ کر اور مال کو پانی کی طرح بہا کر کوششیں کی گئیں۔ یہاں تک کہ نہایت شرمناک ذریعے بھی جن کی تصریح سے اس مضمون کو منزہ رکھنا بہتر ہے۔ اس راہ میں ختم کئے گئے۔ یہ کرسچن قوموں اور تثلیث کے حامیوں کی جانب سے وہ ساحرانہ کارروائیاں ہیں کہ جب تک ان کے اس سحر کے مقابل پر خدا تعالیٰ وہ پر زور ہاتھ نہ دکھاوے جو معجزہ کی قدرت اپنے اندر رکھتا ہو۔ اور اس معجزہ سے اس طلسم سحر کو پاش پاش نہ کرے۔ تب تک اس جادوے فرنگ سے سادہ لوح دلوں کو خلصی حاصل ہونا بالکل قیاس اور گمان سے باہر ہے۔ سو خدا تعالیٰ نے اس جادو کے باطل کرنے کے لئے اس زمانہ کے سچے مسلمانوں کو یہ معجزہ دیا کہ اپنے اس بندہ کو اپنے الہام اور کلام اور اپنی برکات خاصہ سے مشرف کرکے اور اپنی راہ کے باریک علوم سے بہرہ کامل بخشکر مخالفین کے مقابل پر بھیجا۔ اور بہت سے آسمانی تحائف اور علومی عجائبات اور روحانی معارف و دقائق ساتھ دیئے۔ تا اس آسمانی پتھر کے ذریعہ سے وہ موم کا بت توڑ دیا جائے۔ جو سحر فرنگ نے تیار کیا ہے۔ سو اے مسلمانو اس عاجز کا ظہور ساحرانہ تاریکیوں کے اٹھانے کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک معجزہ ہے کیا ضروری نہیں تھا کہ ساحر کے مقابل پر معجزہ بھی دنیا میں آتا۔ کیا تمہاری نظروں میں یہ بات عجیب اور انہونی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے نہایت درجہ کے مکروں کے مقابلہ پر جو سحر کی حقیقت تک پہونچ گئے ہیں ایک ایسی حقانی چمکا دکھاوے۔ جو معجزہ کا اثر رکھتی ہو۔

اے دانشمندو! تم اس سے تعجب مت کرو کہ خدا تعالیٰ نے اس ضرورت کے وقت میں اور اس گہری تاریکی کے دنوں میں ایک آسمانی روشنی نازل کی اور ایک بندہ کو مصلحت عام کے لئے خاص کرکے بغرض اعلائے کلمہ اسلام و اشاعت نور حضرت خیر الانام اور تائید مسلمانوں کے لئے اور نیز ان کی اندرونی حالت کے صاف کرنے کے ارادہ سے دنیا میں بھیجا۔ تعجب تو اس بات میں ہوتا۔ کہ وہ خدا جو حامی دین اسلام ہے جس نے وعدہ کیا تھا کہ میں ہمیشہ تعلیم قرآنی کا نگہبان رہونگا۔ اور اسے سرد اور بے رونق اور بے نور ہونے نہیں دونگا۔ وہ اس تاریکی کو دیکھ کر اور ان اندرونی اور بیرونی فسادوں پر نظر ڈالکر چپ رہتا۔ اور اپنے اس وعدہ کو یاد نہ کرتا۔ جس کو اپنے پاک کلام میں موکد طور پر بیان کر چکا تھا۔ پھر میں کہتا ہوں۔ کہ اگر تعجب کی جگہ تھی۔ تو یہ تھی۔ کہ اس پاک رسول کی یہ صاف اور کھلی پیشگوئی خطا جاتی۔ جس میں فرمایا گیا تھا کہ ہر ایک صدی کے سر پر خدا تعالیٰ ایک ایسے بندہ کو پیدا کرتا رہے گا۔ جو اس کے دین کی تجدید کرے گا۔"

(فتح اسلام صفحہ ۵ تا ۸)

زکوٰۃ کی ادائیگی مال کو پاکیزہ کرتی اور بڑھاتی ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دعائیں

دعا کرنے کے طریق

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بے شمار اور بہت بڑے احسانوں میں سے جو آپؐ نے بنی نوع انسانوں پر کئے۔ ایک بہت بڑا احسان یہ ہے۔ کہ آپؐ نے ایسے ایسے طریق ہمیں دعا کے سکھائے ہیں۔ جو ایک طرف صفات الٰہی کی معرفت کی تکمیل کرتے رہتے ہیں۔ اور دوسری طرف ایک نہایت لطیف سلسلہ راز و نیاز کا بندے اور اس کے رب کے درمیان قائم کر دیتے ہیں۔ اور پھر اسے تازہ کرتے رہتے ہیں۔

ہر مقصد کے حصول کیلئے کیا کرنا چاہیئے

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیم اور حضور کی ہدایات پر اگر پورا عمل کیا جائے۔ تو انسان کی زندگی کا ہر شعبہ اور اس کا ہر لحظ اللہ تعالےٰ کی رضا کے ماتحت آجاتا ہے۔ اور انسان کامل اطمینان کی زندگی بسر کرنا شروع کر دیتا ہے۔ حضور نے یہ حقیقت انسانوں کے ذہن نشین کرانے کی کوشش کی۔ کہ انسان کی زندگی۔ اور اس کے تمام قویٰ اور طاقتیں اور دنیا کے تمام اسباب جن کا انسانی زندگی اور انسانی اعمال پر اثر پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہیں۔ پھر انسان کے تمام اعمال کے نتائج اور دنیا کے عام اسباب کے اثرات اللہ تعالےٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ اور اسی کی رضا اور حکمت کے ماتحت ان کا ظہور ہوتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ ہر شعبۂ زندگی میں ہر مقصد کے حصول کے لئے اور ہر عمل سے صحیح اور مفید نتیجہ حاصل کرنے کے لئے اول اپنے مقاصد اور اعمال کو خدا تعالیٰ کی رضا کے ماتحت رکھا جائے۔ اور پھر اس سے استعانت کی جائے۔

دعاؤں کا پہلا درجہ نماز ہے

اسلامی دعاؤں میں سب سے پہلا درجہ نماز کا ہے۔ حضور نے اپنے متعلق تو فرمایا ہے۔ نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ اور ایک مومن کی روحانی زندگی کے محض قیام کے لئے یہ کم سے کم روحانی خوراک ہے۔ اس کے اوقات کا تقرر گویا اس طور پر ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کو اپنے دربار میں طلب کیا ہے۔ اور ان اوقات پر ان کی حاضری دربار میں لازم کر دی ہے۔ انسان صبح سویرے اٹھے اور فجر کے دربار میں حاضر ہونے کی تیاری کر کے دربار میں حاضر ہو۔ پھر اپنے کاروبار میں لگ جائے۔ لیکن کچھ وقت گزر جانے پر اس کے اندر ایک بے قراری اور گھبراہٹ پیدا ہو جائیگی۔ اور وہ ایک دوری محسوس کرنے لگ جائیگا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی شفقت نے اسے پھر بلایا کہ وہ دوپہر کے دربار میں حاضر ہو۔ پھر اس کے بعد جلد جلد سہ پہر کے دربار میں۔ پھر شام کے دربار میں اور پھر اس آخری دربار میں جس کے بعد اس پر ایک عارضی موت وارد ہو جاتی ہے۔ لیکن اسے تسکین دی گئی ہے۔ کہ ان کے لئے جو خاص مقربین میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔ رات کے آخری حصہ میں ایک خاص دربار منعقد ہوگا۔ وہ جن کا عشق الٰہی ہر لحظہ بے قرار رکھتا ہے۔ اس دربار میں حاضر ہوں گے۔ اس کے تھوڑی دیر بعد پھر دن کے دربار عام شروع ہو جائیں گے۔ ایک انسان جو دن بھر میں پانچ دفعہ الٰہی دربار میں حاضر ہو۔ اور خلوص نیت اور ولولۂ عشق کے ماتحت حاضر ہو۔ اس کے درمیانی اوقات اسی اخلاص اور ولولہ سے رنگین رہیں گے۔ اور اسے ہر ایسے امر سے اجتناب رہے گا جو اس کے اور اس کے خالق کے درمیان بُعد کا باعث ہو سکتا ہے۔ اور ابھی ایک دربار میں حاضری کا اثر زائل نہ ہوا ہوگا۔ کہ اسے دوبارہ طلب کر لیا جائے گا۔

ہر وقت یادِ حبیب

پھر رات کے آنے پر وہ آخری دربار سے واپس ہوتے ہی اپنی جان اللہ تعالےٰ کے سپرد کر دیتا ہے۔ نیند کے عرصہ میں بھی وہ نیم خوابی میں اپنے محبوب کو یاد کرتا رہتا ہے۔ اور آخری حصہ رات میں مقربین کے دربار میں حاضر ہوتا ہے۔ گویا وہ رات کا عرصہ جو تاریکی اور اضطراب کا عرصہ ہوتا ہے۔ ایک قسم کی نیم موت اور نیم زندگی میں گذارتا ہے۔ اس کیفیت کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے متعلق یوں فرمایا ہے۔ کہ میری آنکھ تو سو جاتی ہے۔ لیکن میرا دل بیدار رہتا ہے۔ جس شخص کے دل میں محبت کی چنگاری سلگ چکی ہو۔ اسے مقررہ اوقات میں یادِ حبیب سے پورا اطمینان حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس کی کیفیت تو ایک دائمی گداز اور درد کو چاہتی ہے۔ اور وہ اپنے ہر فعل بلکہ سکون کو اپنی محبت کے اظہار اور اس کے ازدیاد کے لئے بہانہ سمجھتا ہے۔ یہ وہی کیفیت ہے۔ جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یوں اظہار فرمایا ہے۔ کہ میری نماز اور میری عبادتیں میری زندگی اور میری موت سب اللہ تعالےٰ کے لئے ہیں۔ چنانچہ ہم حضورؐ کی زندگی میں دیکھتے ہیں۔ کہ آپ نے انسانی زندگی کے ہر مرحلہ کو بلکہ ہر لحظہ کو ذکرِ الٰہی کی ایک تقریب بنا دیا ہے۔ تا حیاتِ انسانی اظہارِ عشق الٰہی کا ایک پیہم و پیوستہ سلسلہ بن جائے۔ اور "قلب انسانی اس سے دائمی سرور حاصل کرے۔

ہر موقعہ کے لئے دعا

آپؐ نے ہر موقعہ اور ہر تقریب کے لئے دعا سکھلائی ہے۔ اور ہر دعا اپنے اندر معارف کا ایک سمندر رکھتی ہے۔ ایک طرف تو دعا ہے اور دوسری طرف کسی صفتِ الٰہی کی تفسیر اور کسی مقصدِ حیاتِ انسانی کی طرف راہنمائی ان دعاؤں میں علم اور معرفت کا ایک خزانہ ہے۔ اور محبوبِ حقیقی کے ساتھ راز و نیاز کا ایک لطیف سلسلہ۔

اس مضمون کی حدود کے اندر ان تمام دعاؤں میں سے چند ایک کا ایک ذکر بھی نہیں کیا جا سکتا۔ صرف دو تین دعاؤں کے بعض حصوں کا ذکر نمونہ کے طور پر کیا جائے گا۔ امید ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ سے محبت کرنے والے اس مختصر ذکر سے ہی محسوس کر سکیں گے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انسان اور اس کے مالک کے درمیان محبت کا سلسلہ مضبوط کرنے اور اس رستہ پر انسان کی راہنمائی کرنے میں کس قدر احسانِ عظیم نسلِ انسانی پر کیا ہے۔

ان مواقع کا تو شمار بھی نہیں۔ جن کے لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دعائیں سکھائی ہیں۔ میں چند ایک کا ذکر کرتا ہوں۔ مثلاً صبح آنکھ کھلنے پر دعا کرے۔ کپڑا پہنے تو دعا کرے۔ بیت الخلاء میں جائے تو دعا کرے۔ مسجد کو جائے تو دعا کرے۔ پھر نماز تو خود ہی دعا ہے۔ کسی سے ملے۔ تو دعا کرے۔ جدا ہو۔ تو دعا کرے۔ سواری کرے۔ تو دعا کرے۔ ہر کام کے شروع میں دعا کرے۔ کامیابی پر دعا کرے۔ حتیٰ کہ ناکامی پر بھی دعا کرے۔ تکلیف میں ہو۔ تو دعا کرے۔ آرام میں ہو تو دعا کرے۔ بیمار ہو تو دعا کرے۔ مشکل میں ہو۔ تو دعا کرے۔ غصہ میں آئے تو دعا کرے۔ مقابلہ پڑے تو دعا کرے۔ گھر سے نکلے تو دعا کرے۔ گھر میں آئے تو دعا کرے۔ کھانا کھائے تو دعا کرے۔ کھانا ختم کرے تو دعا کرے۔ سفر پر جائے تو دعا کرے۔ واپس آئے۔ تو دعا کرے۔ کسی کام کے متعلق فیصلہ کرنے سے پہلے دعا کرے۔ قرضہ میں ہو۔ تو اس سے نکلنے کے لئے دعا کرے۔ بارش نہ ہو تو دعا کرے۔ بارش ہو رہی ہو۔ تو دعا کرے۔ ہوا تیز چلے تو دعا کرے۔ بجلی کڑکے تو دعا کرے۔ نکاح پر دعا کرے۔ اپنے لئے اپنی بیوی کے لئے اور آئندہ نسلوں کے لئے بیوی کے پاس جائے۔ تو دعا کرے۔ سوئے تو دعا کرے۔ نیند نہ آئے تو دعا کرے۔ نیند میں ڈر جائے۔ تو دعا کرے۔ غرض کوئی موقعہ اور مرحلہ زندگی کا ایسا نہیں جس کے لئے حضور نے مناسب دعا نہ سکھلائی ہو۔ ان دعاؤں سے جہاں انسان کی اپنی معرفت بڑھتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط ہوتا ہے۔ وہاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاک دل کی کیفیات کا اندازہ کرنے کا بھی موقعہ ملتا ہے۔ جس دل کی کیفیت کو یہ دعائیں ظاہر کرتی ہیں۔ اس کے متعلق کوئی ایسا قیاس کرنا جو مخالفین اسلام حضور کی ذاتِ مبارک کے متعلق کرتے رہتے ہیں۔ صریح ظلم اور بدبختی ہے۔ اب ے سوا ان دعاؤں میں سے بعض کا مفہوم پیش کیا جاتا ہے۔

گھر سے نکلنے کے وقت کی دعا

گھر سے نکلنے کے وقت حضور کی دعا ہوا کرتی تھی۔ "میں اللہ کے نام کے ساتھ گھر سے نکلتا ہوں۔ اور اللہ تعالےٰ پر ہی توکل کرتا ہوں۔ وہی بدی پر غلبہ اور نیکی کے حصول کی طاقت عطا کر سکتا ہے۔ اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس امر سے کہ میں کسی غلطی میں پڑ جاؤں یا کوئی مجھے غلطی میں ڈال دے۔ اور اس سے کہ میں کسی پر ظلم کروں یا کوئی مجھ پر ظلم کرے۔ اور اس سے کہ میں کسی پر زیادتی کروں۔ یا مجھ پر کوئی زیادتی کرے۔

مسجد کو جاتے وقت کی دعا

مسجد کو جاتے وقت حضور کی دعا یہ ہوا کرتی تھی۔ "اے اللہ میرے دل میں نور ڈال دے۔ اور میری زبان میں نور ڈال دے۔ میرے کانوں میں نور ڈال دے۔ اور میری آنکھوں میں نور ڈال دے۔ میرے پیچھے نور کر دے۔ اور میرے آگے نور کر دے۔ میرے اوپر نور کر دے۔ اور میرے نیچے نور کر دے۔ مجھے نور ہی نور کر دے۔ اے اللہ تو بادشاہ ہے۔ تیرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ میں تیرا بندہ ہوں۔ میں نے اپنی جان پر زیادتیاں کیں۔ اور اپنی کمزوریوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ تو میری کمزوریوں کو رفع کر دے کیونکہ تیرے سوا کوئی انہیں رفع نہیں کر سکتا۔ اور اعلیٰ اخلاق کی طرف میری رہنمائی فرما۔ کیونکہ تیرے سوا کوئی ایسی رہنمائی نہیں کر سکتا۔ میں تیری فرمانبرداری کے لئے حاضر ہوں۔ اور تمام بھلائیوں کی توفیق تجھ سے ہی ہے۔ اور بدی کا تیرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ میں تیرا ہی ہوں۔ اور تو ہی میرا مقصد ہے۔ بابرکت ہے تو اور بلند ہے تیرا درجہ میں تجھ سے بخشش چاہتا ہوں اور تیری طرف لوٹتا ہوں۔

کسی کام کے متعلق فیصلہ کرنے کی دعا!

کسی کام کا فیصلہ کرنے سے پہلے یہ فرماتے:۔

"اے اللہ بھلائی طلب کرتا ہوں میں تجھ سے تیرے علم کے لحاظ سے اور طاقت چاہتا ہوں تجھ سے تیری طاقت کے لحاظ سے، اور مانگتا ہوں تجھ سے تیرے فضلِ عظیم سے کیونکہ تجھے قدرت حاصل ہے۔ اور مجھ میں کوئی طاقت نہیں اور تو جانتا ہے۔ اور میں نہیں جانتا۔ اور تجھے ان باتوں کا علم ہے۔ جو ظاہر نہیں۔ اے اللہ اگر تو جانتا ہے۔ کہ یہ بات میرے لئے بہتر ہے۔ دین اور دنیا اور انجام کے لحاظ سے بہتر ہے۔ تو مجھے اس کی توفیق عطا فرما۔ اور اسے میرے لئے آسان کر دے۔ اور اس میں میرے لئے برکت ڈال۔ اور اگر تو جانتا ہے۔ کہ اس میں میرے لئے کوئی برائی ہے۔ تو اسے مجھ سے دور کر دے۔ اور مجھے اس سے دور کر دے۔ اور مجھے نیکی کی توفیق عطا فرما۔ جہاں بھی ہو۔ اور پھر مجھے اس پر راضی کر دے۔"

مملکت اسلامی میں غیر مسلموں کی حیثیت

از عبد المجید صاحب سالک صاحب

پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں مشرقی بنگال کے ہندو نمائندوں نے "واک آوٹ" کا جو مظاہرہ کیا اس پر بے انتہا تعجب اور افسوس ہے۔ گذشتہ چھ سال کے دوران میں یہ حقیقت ہزاروں دفعہ دہرائی جا چکی ہے۔ کہ پاکستان ایک اسلامی جمہوری مملکت ہوگی۔ قرار داد مقاصد بھی اسی دوران میں منظور ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور جمہور کے اختیار قانون سازی اور پابندی احکام کتاب و سنت کی وضاحت کی گئی تھی۔ اس کے بعد بی پی سی رپورٹ بھی مرتب ہو کر اسمبلی میں پیش ہوئی جس میں قرار داد مقاصد کو دستور کا مقدمہ قرار دیا گیا۔ بنیادی اصول مرتب کر دیئے گئے جن میں احکام اسلامی کے نفاذ کی گنجائش پیدا کی گئی اور قوانین ملکی کو کتاب و سنت کی کسوٹی پر کسنے کا وعدہ بھی کیا گیا۔ اس وقت تو ہمارے ہندو بھائیوں کو عدم تعاون کا خیال نہ آیا لیکن اب وہ اسمبلی کے اجلاس سے اٹھ کر چلے گئے۔ اور اس "واک آوٹ" کی فوری وجہ یہ بتائی گئی کہ پاکستان کو "جمہوریہ اسلامیہ" قرار دیا جا رہا ہے۔ خدا جانے یہ کونسی نئی بات تھی۔ جو پہلے ان بزرگوں کو معلوم نہ تھی اور حال ہی میں ان پر اس کا انکشاف ہوا۔

پاکستانی حکومت۔ پاکستانی جرائد اور پاکستانی عوام نے گذشتہ چھ سال میں اس ملک کی غیر مسلم اقلیتوں کو یہ یقین دلانے کی کوششوں میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ کہ ان کے حقوق کسی اعتبار سے بھی مسلمانوں سے کم نہ ہوں گے مسلمانوں کا یہ وعدہ جمہوریت حاضرہ کے اصول کے ماتحت نہیں۔ بلکہ احکام اسلام اور اسلامی حکومتوں کی تاریخ و روایات کے مطابق ہے۔ اگر ہم اپنی مملکت میں غیر مسلموں کے شہری سیاسی مذہبی حقوق کی پوری پوری حفاظت نہ کریں۔ اور ان کو مسلمانوں کے مقابلے میں پست حیثیت دیں۔ تو ہم احکام اسلام کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوں گے۔ یہ حقیقت پنڈت یا دیا چکرورتی۔ دتا اور ان کے ساتھیوں سے پوشیدہ نہیں ہے۔ کیونکہ گذشتہ مباحثوں کی روداد سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان حضرات نے اسلام اور اس کی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے۔ حیرت ہے کہ ... مظاہرہ کی ضرورت کیوں ... ۔

میں اسلام میں غیر مسلموں کے حقوق کے متعلق آج سے چند ماہ قبل بھی لکھ چکا ہوں اور آج ہنگامی ضرورت کی وجہ سے اس کا اعادہ کرتا ہوں۔ تاکہ مسلمانوں اور غیر مسلموں کو معلوم ہو جائے۔ کہ اسلام اور مسلمانوں نے تاریخ کے ہر حصے میں غیر مسلموں سے کس قدر منصفانہ بلکہ دریا دلی کا سلوک کیا ہے۔

فتح مکہ کے بعد عرب کے گرد و پیش فتح ہوئے جن کے مسیحی یہودی۔ اور پارسی باشندے اسلام کی رعایا یعنی مملکت اسلامی کے شہری قرار پائے ان پر جزیہ عائد کیا گیا۔ اور ان کے حقوق محفوظ کر دیئے گئے۔ اسلام میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق کا پہلا چارٹر وہ ہے۔ جو شروع میں خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں اور اس کے بعد ایلہ اذرح اور اذرعات وغیرہ کے غیر مسلموں کو دیا۔ فتوح البلدان میں اور قاضی ابو یوسف کی کتاب الخراج میں ان حقوق کی پوری فہرست درج ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔

کوئی دشمن ان پر حملہ کرے گا تو مسلمان ان کی مدافعت کریں گے۔ ان کو ان کے مذہب سے برگشتہ نہ کیا جائے گا۔ جزیہ ادا کرنے کے لئے انہیں وصول کرنے والے افسر کے پاس خود نہ جانا پڑے گا۔ ان کی جان ان کا مال ان کے قافلے۔ ان کی تجارت ان کی زمین۔ ان کی منقولہ جائداد محفوظ رہے گی۔ پادری اور راہب وغیرہ اپنے عہدوں پر بحال رہیں گے صلیبوں اور مورتیوں کو نقصان نہ پہنچایا جائے گا ان سے عشر نہ لیا جائے گا۔ ان کا کوئی حق جو انہیں پہلے سے حاصل تھا زائل نہ کیا جائے گا۔

اس مقدس چارٹر کی جامعیت دیکھئے کوئی حق رسول اللہ کی نظروں سے اوجھل نہیں رہا۔ اور اس فقرے نے تو معاملہ بالکل مکمل کر دیا۔ کہ ان کا کوئی حق جو انہیں پہلے سے حاصل تھا۔ زائل نہ کیا جائے گا۔ یعنی اگر مملکت اسلامی کے شہری کو بٹ سے پہلے بنگال کے ہندوؤں کو انتخابی اور نیابتی اداروں میں نمائندگی حاصل تھی۔ اور بڑی بڑی ملازمتوں پر بھی فائز ہونے کا حق تھا تو جمہوریہ اسلامیہ پاکستان۔ ان کے ان حقوق کو سلب نہیں کر سکتی۔

میں اس مختصر مضمون میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلفائے راشدین۔ اور سلاطین اسلام کے زمانوں کے وہ واقعات بیان نہیں کروں گا۔ جن میں ان نفوس مقدسہ نے قصاص کے معاملے میں غیر مسلموں سے وہی سلوک روا رکھا جو مسلمانوں سے رکھتے تھے۔ تاریخ اسلام میں بے شمار ایسے واقعات موجود ہیں۔ کہ ایک غیر مسلم کے قتل پر مسلمان سے قصاص لیا گیا۔ یعنی اسے سزائے موت دی گئی۔ یا حسب قانون مروجہ خون بہا دلایا گیا۔ آج کل کی مہذب حکومتیں شاید ہی کوئی ایسی مثال پیش کر سکیں۔ ہندوستان پر انگریزوں کا قبضہ ڈیڑھ سو سال تک رہا۔ لیکن ایک بھی ایسی مثال موجود نہیں کہ کسی انگریز کو کسی بڑے سے بڑے ہندوستانی کے قتل پر پھانسی کی سزا دی گئی ہو۔ لیکن اسلام کی تاریخ ایسے واقعات سے بھرپور ہے۔ پھر مال اور جائداد۔ اور عبادت خانوں کے معاملے میں غیر مسلموں سے وہ سلوک ہوا۔ جو آج کسی کے تصور میں بھی نہیں آ سکتا میں کسی علیحدہ مضمون میں تفصیل سے چند ایسے واقعات کا ذکر کروں گا۔

۱۔ مذہبی اور قانونی حقوق کے تحفظ کی بھی ہزاروں مثالیں موجود ہیں۔ عیسائیوں اور یہودیوں کو ہمیشہ آزادانہ مذہبی رسوم کی بجا آوری کی اجازت دی گئی۔ اور ان کی عبادت گاہیں نہ صرف محفوظ رہیں۔ بلکہ ان کی مرمت اور خدمت حکومت اسلامی کی طرف سے کی جاتی رہی۔ معاشرت میں بھی ہمیشہ غیر مسلموں کو مساوی حیثیت حاصل رہی۔ اسلامی تذکرے اٹھا کر دیکھئے جہاں یہودی اور عیسائی اہل علم کا ذکر آتا ہے۔ مسلمان مصنفین انتہائی احترام سے ان کا ذکر کرتے ہیں۔ دور عباسی میں بختیشوع جبریل بن بختیشوع۔ حنین ابن اسحٰق یوحنا بن ماسویہ۔ ابو اسحٰق صابی۔ ابن التلمید جیسے یہودی۔ عیسائی اور صابی علما موجود تھے۔ خلفاء و امراء ان کو آنکھوں پر بٹھاتے تھے۔ اور تذکرہ نویس ان کا ذکر اسی احترام سے کرتے ہیں۔ جو غزالی رازی ابن سینا وغیرہم کے متعلق ملحوظ رکھا جاتا ہے۔

باقی رہے ملکی حقوق۔ تو اسلام نے اس معاملے میں مسلم اور غیر مسلم کے درمیان کوئی فرق نہیں رکھا۔ بلاشبہ متاخرین فقہ کی بعض کتابوں میں غیر مسلموں کے خلاف بعض ذلت آمیز احکام موجود ہیں۔ لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ احکام اللہ اور رسول اور خلفائے راشدین کے نہیں ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ان زمانوں کے پورے حالات ہمارے پیش نظر نہیں ہیں۔ کچھ عجب نہیں کہ غیر مسلموں کی بعض قابل اعتراض سیاسی سرگرمیوں کی بنا پر حکومت وقت نے ان پر بعض پابندیاں عائد کی ہوں جو بالکل عارضی تھیں۔ اصل مدار کار اسلام ہے اور اسلام اللہ اور رسول کے احکام کو کہتے ہیں۔ زید بکر کے اوہام کو نہیں کہتے یورپ کی مہذب ... حکومتوں نے بھی۔ فاتح اور مفتوح کے درمیان ہمیشہ امتیاز رکھا۔ انگریزوں نے بھی اپنے دوران حکومت میں بعض عہدے صرف اپنی قوم کے لئے مخصوص رکھے۔ اور ہندوستانیوں کو قابلیت کے باوجود ان پر مقرر نہ کیا۔ لیکن اسلام اور اسلامی حکومت نے کبھی کوئی ایسا ضابطہ وضع نہیں کیا جس میں غیر مسلم کسی ایسے اعزاز یا عہدے کے ناقابل قرار پائے جس پر مسلمان مقرر ہو سکتے ہیں۔

آغاز اسلام میں چونکہ تبلیغ مذہب اور فتوحات کا زمانہ تھا۔ اس لئے مفتوح قومیں ملکی انتظامات میں کم شامل کی جا سکیں اس کے علاوہ غیر مسلم خود بھی اس خطرناک زمانے میں ذمہ داری کے عہدوں سے بدکتے تھے۔ لیکن حضرت عمر فاروق کے زمانے میں جب کچھ عیسائیوں اور آتش پرستوں نے فوجی خدمت پر آمادگی ظاہر کی۔ حضرت نے ان کی خدمات کو قبول کر کے انہیں بے تامل مسلمانوں کے برابر حقوق عطا فرما دیئے۔ خراج اور مالگذاری وغیرہ کے دفتروں پر بھی بے شمار عیسائی اور آتش پرست قابض تھے۔

امیر معاویہ اور بعد کے اموی خلفاء نے غیر مسلموں کو بڑے بڑے عہدے دیئے مثلاً وزیر کے بعد کاتب کا عہدہ ہوتا تھا۔ جسے آجکل کی زبان میں چیف سکرٹری آف سٹیٹ کہنا چاہیئے عبد الملک بن مروان جیسے جلیل القدر اموی خلفاء کا کاتب ابن سرجون ایک عیسائی تھا۔ دولت عباسیہ میں ابو اسحٰق صابی کاتب تھا۔ اور تاریخ کی کتابیں اس کے فضل و کمال اور عزت و اقتدار کے تذکرے سے بھری پڑی ہیں۔ سلطنت دیلم کے شہنشاہ عضد الدولہ کا وزیر اعظم نصر بن ہارون ایک عیسائی تھا ہندوستان کی سلطنت مغلیہ میں ہندوؤں کو بڑے سے بڑے فوجی و نظامی عہدے گرانقدر جاگیریں اور فوجی مہموں کی کمانداریاں سونپی گئیں جن کا ذکر بیکار ہے۔ کیونکہ یہ تازہ تاریخ ہے اور ہر پڑھے لکھے آدمی کو یاد ہے۔

۔ رہا نمائندگی کا معاملہ۔ سوال یہ ہے کہ مملکت اسلامی میں جو جمہوری ادارات قائم ہوں گے۔ ان میں غیر مسلم شہریوں کو نیابت ملے گی یا نہیں۔ اول تو یہ بات یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ پاکستان کی اقلیتیں بزور شمشیر فتح نہیں کی گئیں۔ اس لئے وہ ذمی کے پورے مفہوم کی حامل نہیں ہیں۔ دوم رسول مقبول صلعم کا ارشاد ہے۔ کہ جو حقوق غیر مسلموں کو پہلے سے حاصل تھے وہ زائل نہ کئے جائیں گے۔ اس لئے رسول اللہ کا کوئی ماننے والا یہ جرأت نہیں کر سکتا کہ پاکستان کے غیر مسلموں سے وہ انتخاب اور حق نمائندگی چھین لے جو انہیں ہندوستان میں حاصل تھے۔

۲۔ جو لوگ اسلامی مملکت میں غیر مسلموں کے حقوق کے متعلق رجعت پسندانہ خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ وہ اسلام کے لئے باعث رسوائی ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم جمہوریت، مساوات اور رواداری کی حقیقی اسلامی روایات کو دنیا کے سامنے روشن کریں۔ اور پاکستان میں اس پر عمل کر کے دکھائیں۔ تاکہ دنیا اسلام کی فوقیت و برتری کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائے۔ لیکن یہ اسلام کے نادان دوست الٹا یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ اسلام حقوق انسانی کی مساوات کا مخالف ہے۔

قائدین و زعماء مجالس خدام الاحمدیہ کا سالانہ انتخاب

یکم سے سات دسمبر تک انتخاب مکمل ہو کر مرکز میں رپورٹ پہنچ جانی ضروری ہے

مجلس خدام الاحمدیہ کے قائدین اور زعماء کا سالانہ انتخاب ہر سال دسمبر کے مہینے میں ہوتا ہے۔ انتخابات کے لئے یکم سے سات دسمبر ۱۳۳۲ ہش کی تاریخیں مقرر کی جاتی ہیں۔ آپ اپنے ہاں ان تاریخوں کے اندر اندر انتخاب کرا کر مقامی امیر یا پریذیڈنٹ کے توسط اور ان کی رپورٹ کے ساتھ دفتر مرکزیہ خدام الاحمدیہ ربوہ میں بھجوا دیں۔

یہ امر مدنظر رہے کہ انتخاب انہیں تاریخوں کے اندر مکمل ہو جائے۔ جہاں نئی مجالس قائم ہوئی ہیں۔ یا جہاں نیا انتخاب ہوئے صرف دو ماہ ہوئے ہیں سو ہاں مزید انتخاب کی ضرورت نہیں مگر دفتر ہذا میں اس امر کی اطلاع کرنا ضروری ہے کہ ان دو وجوہات میں سے کس بنا پر انتخاب عمل میں نہیں لایا جا رہا۔ بقیہ مقامات پر نیا انتخاب ضروری ہے۔ انتخاب صرف قائد مقامی یا زعیم حلقہ کا ہوگا۔ بقیہ عہدیداران کو یہ خود نامزد کر کے مرکز سے منظوری حاصل کریں گے۔

انتخاب قائد اور زعیم کے سلسلہ میں دستور اساسی کے مندرجہ ذیل قواعد کو پیش نظر رکھنا ضروری ہوگا۔ انتخاب سے قبل اس کا سنایا جانا ضروری ہوگا۔ ایک بات جو اس بارہ میں یاد رکھنے کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ جو قائدین اور زعماء متواتر دو سال سے چلے آتے ہیں ان کو اس سال بہرحال بدل دینا چاہیئے۔ اور اگر کسی خاص وجہ سے اس سال بھی ان کو ہی منتخب کیا جائے تو اس کے لئے وجہ لکھ کر مرکز سے منظوری لینی ضروری ہوگی۔

آخر میں دوبارہ تاکید کی جاتی ہے کہ مقررہ تاریخوں کے اندر انتخاب کی تکمیل ضروری ہے۔ تا کہ پندرہ دسمبر تک مرکز کی طرف سے عہدیداروں کی منظوری بھجوائی جا سکے۔ اور اس کے بعد ۳۱ دسمبر تک صوبائی نائب صدران اور ضلع وار قائدین کے انتخاب کو مکمل کیا جا سکے۔

امید ہے سرکلر ہذا کی رسیدگی سے اطلاع دیتے وقت اس بات کا یقین دلا کر ممنون فرمائیں گے کہ متذکرہ بالا ہدایات کی روشنی میں انشاء اللہ تاریخ انتخابات مکمل ہو جائیں گے۔ ذیل میں ان قواعد کو شائع کیا جاتا ہے۔

شرائط و طریق انتخاب

(۸۸) کسی عہدیدار کے انتخاب کے وقت مندرجہ ذیل امور کو مدنظر رکھنا ضروری ہوگا۔

(الف) وہ پنجوقتہ نماز باجماعت کا پابند ہو۔

(ب) چندوں کی ادائیگی میں باقاعدہ ہو۔

(ج) وہ اعتبار دیانتدار اور مجالس کے نظام کا پابند ہو۔

نوٹ:۔ جہاں تک ممکن ہو ایسے قائد یا زعیم منتخب کرنے کی کوشش کریں گے۔

(۸۹) مجلس کے ہر عہدیدار کے لئے لازمی ہوگا کہ وہ ڈاڑھی رکھے۔

(۹۳) صدر مجلس کا انتخاب دو سال کیلئے ہوا کرے گا۔ اور نائب صدر صوبائی قائد اور مقامی زعماء حلقہ کا ایک سال کے لئے۔

(۹۵) کوئی خادم کسی عہدے کیلئے متواتر دو دفعہ سے زائد منتخب نہیں ہو سکے گا۔ سوائے اس کے کہ صدر مجلس .... کی صورت میں خلیفہ وقت اور نائب صدر صوبائی قائد اور زعیم کی صورت میں صدر مجلس کسی کو مستثنیٰ قرار دیں۔

(۹۶) نائب صدر صوبائی۔ قائد مقامی و زعماء حلقہ کا انتخاب ہر سال ماہ دسمبر میں ہوا کرے گا۔ اگر کسی وجہ سے دسمبر میں نہ ہو سکے تو مجلس مرکزیہ کی اجازت سے کسی اور وقت بھی ہو سکتا ہے۔ اور نئے عہدیداران اپنے عہدہ کا چارج یکم جنوری سے لیں گے۔

(۹۷) قائد کا انتخاب امیر پریذیڈنٹ یا اس کے نمائندے کی صدارت میں ہوگا۔ جس کی رپورٹ صدر اجلاس مقامی امیر پریذیڈنٹ کی معرفت صدر مجلس کو بھجوا دیں گے۔

(۹۸) یہ انتخاب بذریعہ ووٹ ہوگا۔ اور اعلانیہ ہوگا۔ (مثلاً ہاتھ کھڑا کر کے) کسی رکن کو یہ اجازت نہ ہوگی کہ وہ انتخابات میں اپنے لئے یا کسی غیر کے لئے اشارتاً یا وضاحتاً پروپیگنڈا کرے۔

(۱۰۰) پروپیگنڈا کرنے والا سخت سزا کا مستحق ہوگا۔

(۱۰۱) مجلس مقامی کے عہدیداروں کی فہرست صدر کے سامنے آئے گی۔ صدر ہر مقام کے عہدیداران کا انتخاب رد کر سکتا ہے۔

(۱۰۲) زعیم کا انتخاب قائد مقامی یا ان کے کسی نمائندے کی صورت میں ہوگا جس کی اطلاع صدر مجلس کی خدمت میں بغرض منظوری کی جائے۔

(۱۰۳) رد شدہ امیدواران دوبارہ اس سال کے لئے منتخب نہیں ہو سکیں گے۔

(مہتمم مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

من انصاری الی اللہ

بعض دوست بوجہ عدم استطاعت پرچہ خرید نہیں سکتے اور دفتر ہذا کو مفت پرچہ جاری کرنے کے لئے لکھتے ہیں ایسے احباب کی اعانت کے لئے دفتر ہذا نے ایک اعانت فنڈ کھولا ہوا ہے۔ جس میں وقتاً فوقتاً صاحب توفیق دوست رقوم بھجواتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ اور ان کے نیک ارادوں۔ اموال، اولاد میں برکت عطا کرے۔ آمین

آج کل اس فنڈ میں گنجائش ختم ہو چکی ہے۔ اس لئے ان دوستوں کی خدمت میں جنہیں اللہ تعالیٰ نے وسعت دی ہے۔ التماس ہے۔ کہ وہ اپنے غریب بھائیوں کی روحانی سیرابی کے لئے اعانت فنڈ میں رقوم بھجوائیں۔ رقوم کیلئے کوئی شرح مقرر نہیں جس قدر بھی توفیق ہو۔ اس کار خیر میں حصہ لیں۔ اگر چند آنے بھجوانا چاہیں تو لفافہ میں بصورت ٹکٹ بھجوا سکتے ہیں مگر نیکی میں ضرور شامل ہوں کہ یہ صدقہ جاریہ ہے۔ اور کوئی علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کس نیک عمل کی جزاء میں اُخروی رضاء کی چادر پہنا دے

(منیجر)

مملکت اسلامی میں غیر مسلموں کی حیثیت:۔ (بقیہ صفحہ ۴)

اسلام جب دنیا میں آیا۔ اس وقت جمہوریت اس حلیے پر نہ تھی۔ جس پر آج ہے۔ نہ کونسلیں تھیں نہ پارلیمنٹیں نہ نامزدگی کے کاغذات تھے۔ نہ ممبری کی امیدواری نہ پولنگ تھا۔ نہ الیکشن تھے۔ نہ حقوق کی موجودہ شکل تھی۔ نہ شرح فی صدی تھی۔ لیکن چونکہ جمہوریت صدہا سال میں ترقی کرتے کرتے جدید تشکیل پا چکی ہے۔ اس لئے ہمیں ان اداروں کو قبول کرنا چاہیئے اگر ہم عورتوں کو اور اقلیتوں کو وہ حقوق دینے کی ضرورت ہے۔ جن کا تصور آج سے چودہ سو سال پہلے نہ تھا۔ تو اس کے یہ معنی نہیں کہ ہم ان کے حقوق تسلیم کرنے سے انکار کر دیں اور نہ صرف اپنے معاشرے اور اپنی مملکت کی حقیقت ... بلکہ اپنی فرسودہ خیالی اور جمود پرستی کی وجہ سے اسلام کو دنیا میں رسوا کر دیں پاکستان کے آئندہ دستور میں اہل پاکستان کے جو بنیادی حقوق کو معین کیا گیا ہے۔ اس میں مسلم اور غیر مسلم کے درمیان کوئی امتیاز نہیں رکھا گیا جب تک کوئی غیر مسلم مملکت پاکستان کا وفادار شہری ہے اس کے حقوق مسلمانوں کے برابر ہیں۔ عدم وفاداری فتنہ پردازی۔ اشتعال انگیزی اور بغاوت وغیرہ کی حالت میں جو سلوک مسلمانوں سے ہوگا۔ وہی غیر مسلموں سے ہوگا۔ اگر ہماری اقلیتیں جمہوری اداروں میں اپنی آبادی کے تناسب سے نشستیں طلب کریں گی۔ اور جداگانہ انتخاب کا مطالبہ کریں گی تو ہم اس مطالبہ کو قبول کرنے سے بھی انکار نہ کریں گے چنانچہ اچھوتوں کو جداگانہ انتخاب کا حق دیا بھی جا چکا ہے میں ان تصریحات کے بعد اپنے پاکستانی ہندو بھائیوں سے یہ سوال کرنا چاہتا ہوں۔ کہ آپ حضرات جمہوریہ اسلامیہ کے وہ کونسے اندیشے ہیں جن کی بنا پر آپ نے اسمبلی سے واک آؤٹ اختیار کیا۔ اگر آپ ان اندیشوں کو شائع کر دیں تو مجھے یقین ہے کہ علمائے اسلام اور سیاسین پاکستان آپ کے اطمینان کا پورا پورا بندوبست کریں گے۔ اور اگر آپ کو محض اسلام کا نام ہی برا معلوم ہوتا ہے۔ تو اس کا کوئی علاج نہیں۔ بہرحال ہم کوشش کریں گے کہ اپنے عمل سے آپ کی اس وحشت کو دور کر دیں:۔ (روزنامہ جنگ ۳ نومبر ۱۹۵۳ء)

فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت کی کاروائی

مسٹر ابراہیم علی چشتی کا بقیہ بیان

س:۔ کیا یہ حقیقت ہے کہ آپ تحفظ ختم نبوت کے متعلق اخبارات میں مقالات لکھتے تھے اور میر نور احمد نے اس وجہ سے آپ کو سرزنش بھی کی تھی؟ ج:۔ یہ الزام قطعاً غلط ہے۔

س:۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ تحفظ ختم نبوت کے متعلق اخباروں میں متعدد مقالات "مفکر" یا "مبصر" کے قلمی ناموں سے شائع ہوئے؟

ج:۔ میں یہ جانتا ہوں کہ میرے ملازمت میں آنے کے بعد مفکر یا مبصر کے قلمی نام سے بہت سے مقالات شائع ہوئے۔ لیکن مجھے یہ معلوم نہیں کہ ان میں سے کوئی احمدیوں کے خلاف تحریک سے بھی تعلق رکھتا تھا۔ س:۔ کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ کوئی اور شخص "مبصر" کے نام سے لکھ رہا تھا؟ ج:۔ مجھے اتنا تو معلوم ہے کہ کوئی شخص یہ نام استعمال کر رہا تھا لیکن مجھے یہ خبر نہیں کہ وہ کون تھا۔ س:۔ یہ مقالات دیکھئے۔ دستاویز ڈی ڈی ۱۹۹۔ اور ڈی ای ۲۰۰ "زمیندار" مورخہ ۱۹ و ۲۰ جولائی ۱۹۵۲ء میں "مفکر" کے نام سے شائع ہونے والے مقالات ہیں۔ اور یہ دستاویز ڈی ای ۲۰۱ روزنامہ "زمیندار" مورخہ ۳۱ اگست ۱۹۵۲ء میں "مبصر" کے نام سے شائع ہونے والا مقالہ ہے۔ کیا ان میں سے کوئی مقالہ آپ نے خود بیٹھ کے میر نور احمد کے لئے لکھا یا مؤخر الذکر کے لئے اس کی تصحیح کی؟

ج:۔ میں پہلے ہی اس سوال کا جواب نفی میں دے چکا ہوں۔ س:۔ کیا آپ نے احمدیت کے متعلق علامہ اقبال کے کتابچہ کا ترجمہ کر کے جولائی ۱۹۵۲ء میں شائع کرایا؟

ج:۔ نہیں جیسا کہ "زمیندار" مورخہ ۱۵ جولائی ۱۹۵۲ء میں شائع ہونے والے مقالے سے ظاہر ہے۔ یہ ترجمہ اس اخبار کے ادارتی عملے کا کیا ہوا ہے۔ س:۔ کیا آپ نے کبھی اس کتابچہ کا ترجمہ کیا؟ ج:۔ نہیں میں نے اس کتابچہ کا ترجمہ بالکل نہیں کیا۔ میں نے صرف مسٹر قیسی کے تیار کئے ہوئے ترجمے کی تصحیح کی تھی۔ عدالت نے جب مسٹر چشتی سے یہ پوچھا کہ وہ اقبال کے EGO (انا یا خودی) کا ترجمہ کیا کریں گے تو انہوں نے جواب دیا۔ کہ اس کا انحصار سیاق و سباق پر ہے جس میں یہ لفظ استعمال ہوا ہو۔ لیکن عام طور پر اس لفظ کا ترجمہ "نفس" یا "خودی" کیا جا سکتا ہے۔

س:۔ آپ ان دونوں الفاظ کی عمومی تعریف کیا کریں گے؟ ج:۔ کسی شخص کے بنیادی لوازمات س:۔ خودی اور خدا کے باہمی رشتہ کا اقبال کے نزدیک کیا تصور ہے؟ ج:۔ یہ کہ خودی جزو میں جذب ہے متحد تو نہیں ہے لیکن خدا کے ارتقائے پیہم میں اس کا فہم و ادراک کرنے کے قابل ہے۔ س:۔ "تشبیہیت" (انتھروپومارفزم) کے متعلق اقبال کا نظریہ کیا ہے؟

ج:۔ میں یہ انگریزی لفظ کسی حوالے کے بغیر سمجھنے سے قاصر ہوں۔ س:۔ کیا تشبیہیت اللہ تعالیٰ کو بیان کرنے کا ایک طریقہ نہیں؟

ج:۔ میں اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا کیونکہ میں انگریزی لفظ انتھروپومارفزم کے معنی نہیں جانتا۔ س:۔ آپ نے احمدیت کے متعلق علامہ اقبال کے کتابچہ کا ترجمہ کیا ہے کیا آپ نے ان کے خطبات میں مسئلہ ختم نبوت پر ان کے خیالات پڑھے ہیں؟

ج:۔ ہاں میں نے وہ خطبات پڑھے ہیں۔ س:۔ علامہ اقبال کے اس نظریہ کے دلائل کیا ہیں کہ سلسلہ انبیاء کا ایک مرحلہ پر آ کر ختم ہو جانا ضروری ہے؟ ج:۔ علامہ کا عقیدہ یہ ہے کہ نبوت کی احتیاج اس وقت تک ہے جب تک نوع انسانی طفولیت کے ایک خاص مرحلے تک نہیں پہنچ جاتی۔ ان کے نزدیک اس مرحلے کے بعد انسانیت کا ارتقاء عقل کے ماتحت عمل میں آنا چاہیئے۔

س:۔ کیا علامہ ختم نبوت سے قبل عقل کو عقیدہ کے تابع سمجھتے ہیں؟ جواب:۔ نہیں۔

وکیل کی جرح کے جواب میں مسٹر چشتی نے کہا کہ میں مولانا مرتضیٰ احمد میکش سے واقف ہوں س:۔ کیا وہ جولائی ۱۹۵۲ء کے بعد تحریک میں حصہ لے رہے تھے؟ ج:۔ میں انہیں کوئی پندرہ سال سے جانتا ہوں۔ وہ ہمیشہ اس زمانے میں اس تحریک میں دلچسپی لیتے رہے ہیں۔

س:۔ کیا محکمہ اسلامیات کے افسر اعلیٰ کی حیثیت سے آپ نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش کا لکھا ہوا ایک کتابچہ ایک ہزار جلدیں میں خرید لیا جائے؟ ج:۔ ہم نے ان کا لکھا ہوا کتابچہ خریدا تو ضرور تھا۔ لیکن یہ زرعی اصلاحات کے موضوع پر تھا۔ س:۔ کیا یہ کتابچہ خریدنے کی تجویز سب سے پہلے آپ کی طرف سے پیش ہوئی تھی؟

ج:۔ نہیں۔ س:۔ کیا آپ نے وہ کتابچہ پڑھا ہے؟ ج:۔ نہیں۔ س:۔ کیا یہ کتابچہ کسی مختلف فیہ مسئلہ پر ہے۔ یہ میر نور احمد کی ہدایت پر خریدا گیا تھا۔ س:۔ لیکن فائل پر جو نوٹ دیا ہوا ہے۔ اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کتابچہ کی خریداری کی تجویز آپ نے پیش کی؟

ج:۔ میں نے میر نور احمد ہی کی ہدایت پر یہ تجویز پیش کی تھی۔

س:۔ کیا اس کتابچہ کا مصنف یہ نہیں کہتا کہ احمدی دائرہ اسلام سے خارج ہیں؟ ج:۔ اس سوال کا جواب دے سکنے کے لئے مجھے کتابچہ دیکھنا پڑے گا۔ گواہ نے اس مرحلہ پر کتابچہ دیکھا۔

مسٹر ابراہیم علی چشتی نے کہا حقوق ملکیت پر مرزا بشیر الدین محمود احمد کے نظریات بیان کر کے مصنف نے صرف یہ کہا ہے کہ مرزا بشیر الدین محمود احمد حقیقی اسلام سے اس قدر دور جا چکے ہیں کہ ان کے لئے اسلام میں واپس آنا اب ناممکن ہے۔

س:۔ کیا سیرۃ النبی کے اجتماع میں تقریر کے لئے آپ نے مولانا عبدالحامد بدایونی کو دعوت نامہ بھیجا تھا؟ ج:۔ ہاں۔

س:۔ کیا انہوں نے آپ کو جواب میں یہ لکھا تھا۔ کہ وہ قادیانی مسئلہ میں منہمک ہیں؟

ج:۔ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے جواب میں یہی کہا ہو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ نہ کہا ہو۔

س:۔ کیا مولانا عبدالحامد بدایونی نے آپ پر اس موضوع کا انکشاف کیا تھا؟

ج:۔ میں اس سوال کا جواب پہلے ہی نفی میں دے چکا ہوں۔ س:۔ کیا آپ نے انہیں لکھا تھا۔ کہ اس تقریر کے سلسلے میں لاہور آنے پر انہیں آپ سے مشورہ کرنا چاہیئے؟ ج:۔ ہاں۔ س:۔ پھر کیا انہوں نے اپنی تقریر کے موضوع کے متعلق آپ سے مشورہ لیا؟

ج:۔ میں اپنے اسی جواب پر قائم ہوں کہ میرے ساتھ کوئی مشورہ نہیں ہوا۔

س:۔ کیا کراچی پولیس نے آپ کا بیان لیا؟ ج:۔ انہوں نے مجھ سے بیان لینے کی کوشش کی۔ لیکن میں نے کوئی بیان نہیں دیا۔

س:۔ کیا پولیس نے آپ سے پوچھ گچھ کی؟ ج:۔ ہاں۔ س:۔ پولیس نے کراچی میں آپ سے کتنی بار پوچھ گچھ کی؟ ج:۔ مجھے [illegible] تھانہ میں رکھا گیا جہاں مجھے اذیت پہنچائی گئی س:۔ کیا پولیس آپ سے کوئی خاص بیان لینے کی آرزو مند تھی؟ ج:۔ ہاں۔ س:۔ پولیس آپ سے سچا یا جھوٹا جو بھی ہو کیا بیان لینا چاہتی تھی؟ ج:۔ مختصر بات یہ ہے کہ وہ مجھ سے اس مضمون کا ایک جھوٹا بیان لینا چاہتے تھے کہ پنجاب کی تحریک جو بہ ظاہر اقتدار وزارت نے ڈائرکٹر تعلقات عامہ کی وساطت سے چلائی تھی اور میں اس تحریک کا ایک مؤثر آلہ کار تھا۔ میں نہیں پوری اطلاع دے دیتا۔ تو وہ میرا نام اس میں سے نکال دینے کو تیار تھے۔

س:۔ کیا وزیر اعلیٰ نے اپنی قیام گاہ پر آپ سے اس بارے میں کوئی بات کی کہ اس تحریک کو کس رخ پر ڈالنا چاہیئے؟ ج:۔ ملازمت میں آنے کے بعد میں کبھی وزیر اعلیٰ کی قیام گاہ پر نہیں گیا۔ س:۔ کیا انہوں نے اس موضوع پر کہیں اور آپ سے کوئی بات کی؟ ج:۔ ملازمت میں آنے کے بعد وزیر اعلیٰ سے میری ملاقات صرف ایک مرتبہ اسمبلی چیمبر میں ہوئی۔ یہ ملاقات بجٹ کے سلسلے میں تھی۔ س:۔ کیا آپ کے علم کے مطابق وزیر اعلیٰ نے کبھی پولیس کو ایسے احکام دیئے تھے کہ اگر کچھ جلسے ہو رہے ہوں تو انہیں روکا نہ جائے؟

ج:۔ نہیں۔

س:۔ کیا آپ نے کراچی میں پولیس کو اس مطلب کا کوئی بیان دیا؟ ج:۔ نہیں۔

س:۔ کیا آپ کو وزیر اعلیٰ اور مولانا ابوالحسنات وغیرہ کی ملاقاتوں کا علم ہے؟ جواب:۔ ہاں۔

س:۔ کیا آپ اس مبینہ گفت و شنید میں شامل تھے جو بادامی باغ میں میر نور احمد اور احرار راہنماؤں کے مابین ہوئی؟ ج:۔ ہاں میں ڈائرکٹر کے ہمراہ بادامی باغ گیا تھا جہاں احرار کے بعض رہنماؤں سے انہوں نے ملاقات کی۔

س:۔ کیا اس ملاقات میں میر نور احمد اور احرار راہنماؤں کے مابین یہ سمجھوتہ ہو گیا تھا۔ کہ اگر احرار نے امن و قانون کو درہم برہم نہ کیا یا تشدد پر نہ اترے تو حکومت کو تحفظ ختم نبوت کی تحریک کے چلائے جانے پر کوئی اعتراض نہ ہو گا؟

ج:۔ میر نور احمد اور احرار کے مابین اس قسم کا کوئی سمجھوتہ نہیں ہوا۔ س:۔ پھر اس ملاقات میں کیا بات زیر بحث آئی۔ اور انجام کار کیا فیصلہ ہوا؟ ج:۔ اس وقت یہ فیصلہ ہوا کہ احرار اس مضمون کا بیان جاری کریں۔ کہ امن و قانون کو ہر طور قائم رکھا جائے اور احرار کی کاروائی ان حدود کے تابع ہو گی۔ فیصلہ یہ ہوا۔ کہ اگر اس قسم کا بیان جاری کریں۔ تو اس کے بدلے میں ڈائرکٹر صاحب اور پر کوئی ذمہ داری قبول نہیں کریں گے۔

س:۔ کیا اس قسم کا بیان جاری ہوا؟

ج:۔ ہاں۔ س:۔ اس کا مسودہ کس نے تیار کیا؟

ج:۔ خود احرار نے۔

گواہ نے بتایا یہ بیان ایک دو روز بعد بعض احرار رہنماؤں کے نام سے شائع ہوا۔ ڈائرکٹر تعلقات عامہ مجھے اپنے ہمراہ اس لئے لے گئے تھے کہ اس بیان کا مسودہ تیار کرنے میں مجھ سے مدد لینا مقصود تھا۔ س:۔ ڈائرکٹر اور احرار کے مابین اس ملاقات کا انتظام کس نے کیا؟ ج:۔ بعض احرار راہنما لال کارخانہ کے مہمان کی حیثیت سے مقیم تھے۔ یہ ملاقات کارخانہ کی حدود میں ہوئی۔ ڈائرکٹر تعلقات عامہ کے دفتر کے افسر اطلاعات مسٹر یوسف نے کارخانے میں ٹیلیفون کر کے دریافت کیا تھا۔ کہ احرار راہنما وہاں موجود ہیں یا نہیں؟

س:۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ احرار اور حکومت پنجاب کے درمیان سودا پہلے ہی ہو چکا تھا۔ اور احرار سے یہ ملاقات صرف اس لئے ہوئی تھی کہ اس سودے کو رسمی صورت دے دی جائے؟ ج:۔ جہاں تک مجھے علم ہے اس ملاقات کا مقصد صرف ایک اخباری بیان ہی لینا تھا مجھے اس بات کے متعلق کچھ علم نہیں کہ حکومت اور احرار کے مابین اس سے قبل کوئی معاہدہ ہو چکا تھا یا نہیں۔

س:۔ آپ نے کہا ہے کہ کراچی کے پولیس افسر آپ سے مسٹر دولتانہ کے خلاف بیان لینا چاہتے تھے۔ کیا اس پولیس افسر یا ان پولیس افسروں نے آپ کو واضح طور پر مخصوص بیان دینے کو کہا تھا۔ یا آپ پوچھ گچھ کرنے والے کے درمیانی تعلق انکل سے اندازہ کر دیتے ہیں؟ ج:۔ مجھے مسٹر دولتانہ کے خلاف جھوٹا بیان دینے کو کسی نے نہیں کہا۔ یہ میرا اخذ کیا ہوا نتیجہ ہے کہ وہ افسر مجھ سے ایسا بیان چاہتے تھے لیکن یہ نتیجہ معقول دلائل پر مبنی ہے۔

س :- کیا محکمہ اسلامیات نے "زمیندار" کے مسٹر اشرف عطا کو گیارہ سو روپے دیئے؟

ج :- ہاں ہمارے محکمہ نے ان سے بعض کتابچے خریدے تھے - اور ان کی ادائیگی بھی لازماً ہوئی ہوگی - لیکن مجھے مجموعی رقم کا علم نہیں -

س :- کیا آپ نے "زمیندار" کے مسٹر مظفر احسانی کو بھی کچھ دیا؟ ج :- ان سے بھی بعض کتابچے خریدے گئے تھے - لیکن مجھے یہ علم نہیں - کہ وہ اس وقت زمیندار کے عملے میں شامل تھے یا نہیں

س :- کیا آپ کے محکمے نے عبداللہ الاثری کو بھی کوئی رقم دی؟ ج :- مجھے یاد ہے ہم نے ان سے کوئی کتابچہ لیا تھا - لیکن یہ مجھے یاد نہیں پڑتا - کہ اسے قبول کیا گیا تھا یا نہیں - اور اس کا معاوضہ بھی دیا گیا تھا یا نہیں -

س :- کیا آپ سے انہوں نے کبھی کوئی مالی مدد طلب کی تھی؟ ج :- مجھے خیال نہیں کہ کبھی انہوں نے ایسا کیا ہو -

س :- کیا یہ خط (دستاویز ڈی - ای ۲۰۳) آپ کو موصول ہوا تھا؟ ج :- ہاں -

س :- کیا آپ محمد سعید بیگ کو جانتے ہیں؟ ج :- میرے دفتر میں اس نام کا ایک دفتری ہے - س :- کیا مسٹر اشرف عطار کی وساطت سے آپ نے اس نام کے کسی آدمی کو کچھ دیا؟

ج :- میں فائل دیکھے بغیر اس کا جواب نہیں دے سکتا -

س :- فائل دیکھ کر بتایئے؟

ج :- فائل میں اس بارے میں کچھ نہیں معلوم ہوتا

س :- کیا دستاویز ڈی - ای ۲۰۴ پڑھنے سے بھی کچھ پتہ نہیں چلتا؟ ج :- اس تحریر سے صرف یہ پتہ چلتا ہے - کہ ادائیگی صرف ایک ایسے شخص کو ہوئی - جس کی سفارش "زمیندار" کے ایڈیٹر نے کی - اس میں مسٹر اشرف عطا کا نام مذکور نہیں -

س :- اس سلسلہ میں اصل ادائیگی کس کو ہوئی ہے - کیا آپ اس کے کوائف بتا سکتے ہیں؟

ج :- میرے ذہن میں صرف یہ تھے - کہ میں ڈائرکٹر کو مسودات کی علمی قدر و قیمت کے متعلق مشورہ دوں - ادائیگی کے لئے ایک اور گزیٹڈ افسر تھا

س :- دستاویز ڈی - ای ۲۰۵ میں جو رسید ہے آپ کو آپ کی ہی تحریر بتاتی ہے - محمد سعید بیگ کون ہے؟ ج :- میں نے اس شخص کا مسودہ دیکھا تھا - لیکن خود اسے نہیں دیکھا -

س :- کیا آپ کے محکمے میں کوئی اور بھی افسر ہے - جو ان مولوی دستاویز ڈی - ای ۲۰۶ کی طرح بھاری ڈنڈا لے کر چلتا ہے - ج - نہیں - ڈنڈے کو موہ بخش کہا جاتا ہے - اور مجھے مولا بخش والا -

س :- "زمیندار" مورخہ ۵ر مارچ ۱۹۵۳ء میں نواب محمد دین کی اسمبلی کی تقریر کی جو رپورٹ شائع ہوئی ہے اسے دیکھ کر بتلایئے اس میں ڈنڈے والا آدمی کسے کہا گیا ہے؟

ج :- میں نہیں کہہ سکتا -

۲۲

۲۷ر نومبر کی کاروائی

لاہور ۲۷ر نومبر: حکومت پنجاب کے محکمہ اسلامیات کے سابق ڈپٹی سیکرٹری مسٹر ابراہیم علی چشتی پر پنجاب کے ہنگاموں کی تحقیقات کرنے والی عدالت کے سامنے آج مزید جرح ہوئی - صدر انجمن احمدیہ ربوہ کے وکیل کی جرح کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ میں ایک سرکاری ملازم ہوں - اور یہ سوال مذہبی نوعیت رکھتا ہے - کہ قادیانی کافر ہیں - مرتد ہیں یا مسلمان - اس لئے میں اس کا جواب نہیں دے سکتا - عدالت نے گواہ کو اس سوال کا جواب دینے سے مستثنیٰ قرار دے دیا -

س :- شریعت کی رو سے ایک مرتد کی سزا کیا ہے - ج :- میرا جواب وہی ہے -

س :- آپ کو کس قابلیت کی بنا پر محکمہ اسلامیات میں ڈپٹی سیکرٹری مقرر کیا گیا - ج :- میں اس صوبے کے علماء سے پوری طرح واقف ہوں - اور جانتا ہوں کہ کون کون سے علماء ذاتی طور پر محکمہ کے لئے مفید ثابت ہو سکتے ہیں - میں ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتا ہوں جو اسلامی ثقافت اور علم کی روایات رکھتا ہے - ذاتی طور پر میں نے فلسفہ تاریخ اور اسلامی سائنس وغیرہ کا مطالعہ کیا ہے - عدالت نے سوال کیا کہ مذہب اور فلسفہ کے درمیان کیا تعلق ہے جس کے جواب میں مسٹر چشتی نے کہا - کہ فلسفہ نے دلائل کے ذریعہ حقیقت کو محسوس کرنے کی کوشش کی ہے - لیکن حقیقت سے مذہب کا تعلق اس سے مختلف ہے - اگرچہ ان کا طریقہ مختلف ہے لیکن مذہب اور فلسفے کا موضوع ایک ہی ہے - سوال :- اور سائنس اور فلسفہ کا آپس میں کیا تعلق ہے؟

ج :- سائنس کا تعلق قدرتی حقائق کے ایک خاص میدان سے ہے - لیکن فلسفہ موجودات کے تمام حقائق سے بحث کرتا ہے -

س :- سائنس اور مذہب کا باہمی تعلق کیا ہے؟ ج :- سائنس کا تعلق علم کے ...

س :- کیا آپ دیانت داری سے کہہ سکتے ہیں کہ آپ اس جگہ اشارہ دینی طرف نہیں پاتے ہو؟

ج :- میں نے یہ نہیں کہا کہ میں لوگوں کے جذبات کے دل کا ترجمان ہوں -

ایک محدود دائرے سے ہے - لیکن مذہب کا تعلق زندگی کے مجموعی پہلوؤں سے ہے -

مزید جرح کے جواب میں مسٹر چشتی نے کہا کہ ایک سرکاری ملازم کی حیثیت سے میں عیسائیوں کو مسلمان نہیں گردانتا - لیکن قادیانیوں کے مسلمان یا غیر مسلمان ہونے کا سوال چونکہ اختلافی ہے - اس لئے میں اس حیثیت سے اس میں پڑنا نہیں چاہتا - عیسائیوں کا سوال اختلافی نہیں ہے -

سوال - اگر حکومت آپ کو یہ بتادے کہ آپ سرکاری ملازم نہیں ہیں - تو پھر اس سلسلہ میں آپ کا جواب کیا ہوتا - جواب - میں حکومت کے خلاف یہ ثابت کرنے کے لئے کہ میں ہنوز سرکاری ملازم ہوں مقدمہ دائر کردوں گا - سوال اگر آپ کو یہ یقین دلا دیا جائے کہ سرکاری ملازمین کے کردار کا قانون آپ پر عائد نہیں ہوتا - تو آپ کا جواب کیا ہوگا - ایسی صورت میں میں یہ کہوں گا کہ قادیانی مسلمان ہیں سوال کون سے احمدی مرتد ہیں؟ جواب - جو لوگ مرزا غلام احمد کو کافر نہیں سمجھتے - وہ خود کافر ہیں - قادیانی ہونے کے بعد ہر مسلمان مرتد ہو جاتا ہے

س :- اگر کوئی شخص دیانتداری سے مذہب کی پوری چھان بین کرنے کے بعد اسلام ترک کردے تو ایسے مرتد کی کیا سزا ہوگی - ج :- اس کی سزا وہی ہے جو لادینی حکومت میں ایک باغی کی ہو سکتی ہے خواہ وہ شخص پوری دیانتداری سے اپنے آپ کو حق بجانب سمجھ کر آمادہ بغاوت ہو اسے باغی مفرور کہا جائے گا - اور اس کی سزا موت ہوگی - عدالت کے ایک سوال کے جواب میں مسٹر چشتی نے کہا - کہ میرے نزدیک احمدی اسلام کا ایک فرقہ نہیں ہیں - محکمہ اسلامیات علماء کی مالی امداد نہیں کر رہا تھا - بلکہ علماء محکمہ کے لئے جو علمی کام کرتے تھے - انہیں اس کا معاوضہ دیا جاتا تھا جسے مالی امداد نہیں کہا جا سکتا - گواہ نے کہا کہ میں وزیر خارجہ کے ہٹانے کے مطالبہ کو صحیح سمجھتا ہوں دریافت کیا گیا کہ محکمہ اسلامیات کے ڈپٹی سیکرٹری کی حیثیت سے کیا آپ کا یہ فرض نہ تھا - کہ احمدیوں اور دوسرے مسلمانوں کے درمیان فرقہ بندی کو دور کرنے کے لئے کوشش کرتے -

دسمبر ۱۹۵۳ء میں آپکی قیمت اخبار ختم ہے

براہ کرم قیمت اخبار بذریعہ منی آرڈر ارسال فرما کر عند اللہ ماجور ہوں بعض احباب کا خیال ہوتا ہے - کہ جلسہ کے موقعہ پر قیمت جمع کرائیں گے - لیکن عموماً یہ ہوتا ہے کہ جلسہ کے دنوں میں بعض احباب کو فرصت نہیں ملتی اور قیمت اخبار موقعہ پر ادا نہیں ہوتی اس صورت میں تاکید اً عرض ہے - کہ قیمت جلسہ سالانہ سے قبل ہی ارسال کرنے کی سعی فرمائیں - لہٰذا احباب سے التماس ہے کہ قیمت اخبار جلسہ سالانہ سے قبل ہی بذریعہ آرڈر بھجوا کر دعا اور شکریہ کا موقعہ دیں - ممنون ہوں گا - (منیجر)

فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت میں سردار عبدالرب نشتر کا بیان

لاہور ۲۷ نومبر۔ کل سردار عبدالرب نشتر جنہیں مسٹر دولتانہ نے طلب کیا تھا۔ فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت میں پیش ہوئے۔ بیان دیتے ہوئے آپ نے کہا۔ ''میں نے وہ بیان پڑھا ہے۔ جو خواجہ نذیر احمدؐ نے اس عدالت میں دیا ہے۔ انہوں نے جو کچھ کہا ہے۔ اس سے مجھے تکلیف اور حیرت ہوئی۔ گذشتہ جنوری میں وزیر اعظم کی لاہور میں آمد کے موقع پر میری ان سے گفتگو کے متعلق انہوں نے جو کچھ کہا ہے۔ وہ سب غلط ہے۔ ہوا دراصل یہ تھا۔ کہ کراچی کے ایک اخبار میں خواجہ نذیر احمد کا ایک بیان شائع ہوا تھا۔ جس میں انہوں نے دوسری باتوں کے علاوہ یہ الزام لگایا تھا۔ کہ بنیادی اصولوں کی کمیٹی میں پنجاب کا ایک غیر پنجابی نمائندہ مرکزی مجلس قانون ساز کی نشستوں میں پنجاب کے حصے کی کمی کا ذمہ دار ہو سکتا ہے۔ چونکہ صرف میں ہی غیر پنجابی نمائندہ تھا۔ اس لئے میں نے خیال کیا۔ کہ یہ الزام مجھ سے متعلق ہے۔ چند دنوں کے بعد کسی نے مجھ سے کہا۔ کہ اس مضمون کی اشاعت سے پہلے خواجہ نذیر احمدؐ نے یہ مضمون خواجہ ناظم الدین وزیر اعظم کو دکھا دیا تھا۔ اس سے مجھے سخت تکلیف ہوئی۔ اور جب میں لاہور آیا۔ تو بار کے ایک وفد سے گفتگو کے دوران میں جس کے خواجہ نذیر احمدؐ بھی ایک رکن تھے۔ اور جو میز کے دوسری طرف میرے مقابل بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے ان سے کہا۔ کہ آپ کے خلاف مجھے ایک شکایت ہے۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا۔ کہ کیا شکایت ہے۔ تو میں انہیں ایک طرف لے گیا۔ اور ان سے کہا۔ کہ انہوں نے اپنے مضمون میں میرا جو حوالہ دیا ہے۔ وہ حق بجانب نہیں ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ بعد میں مجھے خود بھی خواجہ ناظم الدین سے معلوم ہوا تھا۔ کہ پنجاب کی نشستوں کی کمی کے ذمہ دار آپ نہیں۔ بلکہ مسٹر دولتانہ ہیں۔ اس گفتگو نے وزیر اعظم کے خلاف بھی میرا شک دور کر دیا۔ اس لئے ہم مزید کسی گفتگو کے بغیر اپنی اپنی جگہ واپس آ گئے۔

سوال:۔ تو کیا خواجہ نذیر احمدؐ کا حسب ذیل بیان غلط ہے:۔ ''سردار عبدالرب نشتر نے اس کے بعد مجھ سے کہا۔ کہ ڈان میں ان کے خلاف میرا الزام حق بجانب نہیں ہے۔ اور دراصل مسٹر دولتانہ نشستوں کی کمی پر راضی ہو گئے تھے۔ اس پر میں نے ان سے دریافت کیا۔ کہ اس تشریح کا سبب ان کی یہ خواہش ہے۔ کہ وہ نائب وزیر اور مسٹر دولتانہ وزیر اعظم بن جانا چاہتے ہیں''۔ جواب:۔ جی ہاں۔ بالکل غلط ہے۔ یہ درست ہے۔ کہ خواجہ نذیر احمد کو سول اینڈ ملٹری گزٹ کے سلسلہ میں کچھ مشکل پیدا ہو گئی تھی۔ اور وہ وزیر اعظم اور وزیر اطلاعات سے ملاقات کر رہے تھے۔

میری رائے میں جہانگیر پارک میں چودھری ظفر اللہ خاں کی مئی کی تقریر نے اس تحریک میں زور پیدا کر دیا۔ جو احمدیوں کے خلاف احراری ماضی میں چلا رہے تھے۔

حکومت پنجاب کی جانب سے مسٹر فضل الٰہی کی جرح پر سردار نشتر نے کہا۔ کہ جس وقت میں گورنر تھا۔ احرار احمدیوں کے خلاف پراپیگنڈا کر رہے تھے وہ مطالبہ کر رہے تھے۔ کہ احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا جائے۔ وہ چودھری ظفر اللہ خاں پر الزام لگا رہے تھے۔ کہ وہ برطانیہ کے کارندے ہیں۔ اور ان کی خارجہ پالیسی پر نکتہ چینی کر رہے تھے۔

عدالت کے اس استفسار پر کہ کیا آپ کے دور حکومت میں احمدیوں کے خلاف احرار کی سرگرمیوں پر حکومت نے انہیں کوئی تنبیہہ کی تھی۔ سردار نشتر نے کہا۔ کہ حکومت نے انہیں صرف اشتعال انگیز الفاظ استعمال کرنے کے خلاف تنبیہہ کی تھی۔

آپ نے کہا۔ کہ ان سے میں نے بھی کہا تھا۔ کہ وزیر خارجہ کی طعن و تشنیع نہ کی جائے۔ مشیر اعلیٰ ملک محمد انور نے بھی انہیں ایسی ہی تنبیہیں کی تھیں۔

اپنی جرح جاری رکھتے ہوئے مسٹر فضل الٰہی نے سوال کیا۔ کہ کیا آپ کے خیال میں احرار مختلف اضلاع میں ختم نبوت کی جو کانفرنسیں کر رہے تھے۔ ان کا مقصد احرار کے سیاسی اغراض کا حصول اور حکومت پاکستان کے خلاف نفرت پیدا کرنا تھا۔

سردار نشتر نے جواب دیا۔ کہ میری رائے یہ تھی کہ احرار کی سرگرمیوں کا یہ سبب ہو سکتا ہے۔ کہ تقسیم کے بعد اپنی پوزیشن سے محروم ہو جانے کے بعد وہ عوام میں اپنی جگہ دوبارہ پیدا کرنا چاہتے تھے انہوں نے کہا۔ کہ ماسٹر تاج الدین سے میری ملاقات کی روئیداد جو ان کی ۱۶ جولائی ۱۹۵۰ء کی تحریر میں دی گئی ہے۔ (دستاویز ڈی۔ای۔ ۲۰۸) صحیح ہے۔

سوال:۔ اس تحریر میں آپ کے اس قول کا کیا مطلب ہے۔ کہ احرار حکومت پاکستان کے خلاف نفرت پیدا کرنے کی کوشش کر رہے تھے؟ جواب:۔ میرا مطلب یہ تھا۔ کہ وہ وزیر خارجہ کی طعن و تشنیع کر رہے تھے۔ اور چودھری ظفر اللہ کو ہٹانے میں ناکامی پر وہ حکومت پاکستان کے خلاف بعض باتیں کہا کرتے تھے۔

سوال:۔ کیا احرار نے قیام پاکستان کے خلاف کام کیا تھا؟ جواب:۔ یقیناً۔ سوال:۔ کیا آپ نے احرار سے برتاؤ کے وقت مرکز سے مشورہ کی ضرورت محسوس کی تھی؟ جواب:۔ اس مشورے کی کوئی ضرورت پیدا نہیں ہوئی۔

صدر انجمن احمدیہ ربوہ کے وکیل مسٹر اسد اللہ خاں کی جرح پر گواہ نے کہا۔ کہ احمدی افسروں کے خلاف شکایتیں عام قسم کی ہوتی تھیں۔ لیکن کبھی کبھی کسی خاص افسر کے خلاف بھی شکایتیں کی جاتی تھیں۔ مگر کبھی کوئی تحقیقات نہیں کی گئی۔

سوال:۔ آپ نے کہا ہے۔ کہ اپنے نظریات کے متعلق احمدیوں کا پراپیگنڈا جیسے طور پر جارحانہ ہوتا تھا۔ جارحانہ سے آپ کا کیا مطلب ہے؟

جواب:۔ میں آپ کو اس کی ایک مثال دوں گا۔ میں نے ایک احمدی ڈپٹی کمشنر کا تبادلہ ایک ضلع سے دوسرے ضلع میں کر دیا تھا۔ کیونکہ کمشنر نے بھی اس کے خلاف ایک شکایت کی حمایت کی تھی۔

. . . .

. . . . . کہ وہ لوگوں کو احمدی بنانے میں اپنا اثر و رسوخ استعمال کر رہا تھا۔ مجھے شکایات موصول ہوئی۔ کہ دوسرے ضلع میں ایک یوم تبلیغ منایا گیا۔ جسے اسکی اخلاقی حمایت حاصل تھی۔ اس پر لوگوں نے مشتعل ہو کر ایک احمدی کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد امام جماعت احمدیہ نے ایک وعظ میں کہا۔ کہ کم از کم بلوچستان کی طرح کے ایک صوبے کے باشندوں کو احمدی بنایا جائے۔ میں نے چودھری ظفر اللہ خاں سے کہا۔ کہ یہ قابل اعتراض بات ہے۔ اور وہ میری رائے امام جماعت احمدیہ کے پاس بھیج سکتے ہیں۔ یہی رائے میں نے احمدیوں کے ایک وفد کو بھی دی تھی۔ جس میں شیخ بشیر احمدؐ ایڈووکیٹ بھی شامل تھے۔

اس وفد کے اراکین نے مجھ سے کہا تھا۔ کہ وہ رسول اکرمؐ کو خاتم النبیین مانتے ہیں۔ اور نبیین کا مطلب اسی قسم کے انبیاءؑ سے ہے۔ جو اپنے ساتھ کوئی شریعت لائے ہیں۔

گواہ نے وکیل کو بتایا۔ کہ مجھے یاد نہیں۔ کہ جب میں نے ماسٹر تاج الدین کو انتباہ کیا تھا۔ اس کے بعد کسی احرار لیڈر نے مجھ سے ملاقات کی ہو۔

سوال:۔ کیا آپ نے کسی احمدی لیڈر یا احمدی مقرر کو بھی انتباہ کیا تھا۔ جن کے بارہ میں اطلاع ملی تھی۔ کہ وہ اشتعال انگیز تقریریں کر رہے ہیں۔

جواب:۔ نہیں مجھے فرقہ احمدیہ سے کسی بدامنی کا خدشہ نہ تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ وہ ایک چھوٹا سا فرقہ ہے۔ یہ بالکل سفید جھوٹ ہے۔ کہ میں نے ۱۹۴۶ء میں سرحد اسمبلی میں پیش شدہ قرارداد کی مخالفت کی تھی۔ جس کا مطلب یہ تھا۔ کہ پاکستان قائم کیا جائے۔ ان دنوں دفعہ ۹۳ (۱) کے بعد صوبہ سرحد میں مسلم لیگ وزارت قائم تھی۔ دفعہ ۹۳ (۱) مئی ۱۹۴۶ء میں ختم ہوئی تھی۔ میں مسلم لیگ وزارت میں ایک وزیر کی حیثیت رکھتا تھا۔ میرے لئے ایسی مخالفت ناممکن تھی۔ سوال:۔ تو کیا الجمعیۃ مورخہ ۵ دسمبر ۱۹۴۵ء (داگز بٹ ۲۰۹) کے ایڈیٹوریل میں جو کچھ لکھا گیا ہے۔ غلط ہے؟ جواب:۔ یقیناً۔ اس اخبار نے ۱۹۴۵-۴۶ء کے انتخابات میں میری مخالفت کی تھی۔

گواہ نے احرار کے وکیل مسٹر مظہر علی اظہر کی جرح کے جواب میں کہا۔ کہ ۱۹۴۳ء کچھ پہلے احرار نے حکومت الٰہیہ کے قیام کی قرارداد منظور کی تھی۔ انہوں نے اسے اپنا نصب العین قرار دیا تھا۔ وہ اس کے باوجود تقسیم ملک کے مخالف تھے۔ گواہ نے کہا۔ کہ مجھے اطلاع دی گئی تھی۔ کہ احمدی بھی تقسیم ملک کے مخالف ہیں۔ اور قیام پاکستان کی مخالفت کر رہے ہیں۔ مجھے یاد نہیں۔ کہ خطبہ مرزا بشیر الدین محمود احمدؐ (داگز بٹ ۲۱۰) بھی میرے نوٹس میں لایا گیا تھا یا نہیں۔

سردار عبدالرب نشتر نے کہا۔ کہ یہ درست ہے۔ کہ ایک وقت احرار نے فیصلہ کیا تھا۔ کہ وہ سیاسیات میں حصہ نہیں لیں گے۔ آپ نے کہا۔ کہ میں صحت کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ انہوں نے یہ فیصلہ کس سن میں کیا تھا لیکن یقیناً یہ فیصلہ تقسیم ملک کے بعد کیا گیا تھا۔ انہوں نے مسلم لیگ کا ساتھ دینے کا اعلان کیا تھا۔ لیکن انہوں نے ان تمام امیدواروں کی مخالفت کی تھی۔ جو احمدی تھے۔ انہوں نے اس بارے میں کوئی امتیاز روا نہیں رکھا تھا۔ کہ احمدی امیدوار مسلم لیگ کی طرف سے کھڑے کئے گئے ہیں۔ یا مسلم لیگ کے مخالف ہیں۔

سوال:۔ کیا آپ کو علم ہے۔ کہ احمدی افسروں کی فہرست (جس کے بارے میں کہا جا رہا ہے۔ کہ احرار نے اسے شائع کیا ہے) اس یادداشت سے لی گئی ہے۔ جسے احمدیوں نے خود بونڈری کمیشن کے سامنے پیش کیا تھا۔ جواب:۔ ہو سکتا ہے۔ ایسا ہی ہو۔ لیکن مجھے اس کا علم نہیں۔ سوال:۔ کیا تقسیم کے بعد آپ کو احرار کی وفاداری کا شبہ ہوا تھا۔ جواب:۔ اس سوال کا جواب مشکل ہے۔ پاکستان کے قیام کے بعد احرار نے پاکستان کی وفاداری کا اعلان کر دیا تھا۔ لیکن احرار کی گذشتہ تاریخ کے پیش نظر مسلم لیگ بدستور ان کے بارے میں محتاط رہی۔ (باقی)

ابراہیم چشتی کا بیان!

(بقیہ صفحہ ۷)

کوئی قدم اٹھائے۔ مسٹر چشتی نے جواب دیا کہ اس سلسلہ میں محکمہ اسلامیات پر اس حد تک فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ دوسرے جھگڑوں میں نہ الجھے محکمے کا احمدیوں اور دوسرے مسلمانوں کے جھگڑوں کو روکنے سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کیونکہ دوسرے جھگڑوں میں الجھے بغیر اس معاملے میں کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ مسٹر چشتی نے بتایا کہ میں نے شیعوں اور سنیوں کے اختلافات دور کرانے کے لئے اسلامیات بورڈ کا ایک جلسہ طلب کیا تھا۔ عدالت نے دریافت کیا کہ کیا آپ دیانتداری سے یہ سمجھتے ہیں۔ کہ جو کچھ دوسرے اگیارہ سو سال میں نہ کر سکے وہ آپ کر سکتے ہیں گواہ نے کہا کہ ہمارا خیال ہے کہ ہمیں اپنی بہترین کوشش کرنی چاہیئے جرح کے جواب میں مسٹر چشتی نے کہا کہ شیعوں اور سنیوں کے درمیان جلسے امن عامہ کے مسئلہ کو حل کرنے کے لئے طلب کئے گئے تھے عدالت نے دریافت کیا کہ کیا احمدیوں اور غیر احمدیوں کا ایک جلسہ اس مقصد کے لئے طلب نہیں کیا جا سکتا تھا۔

ج:۔ میں نے یہ جلسہ بلانا ضروری نہیں سمجھا کیونکہ اس وقت کے حالات میں اس کا امکان نہ تھا۔

مسٹر چشتی نے کہا کہ میرے نزدیک شیعہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ شیعوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو سمجھتے ہیں کہ نبوت علیؓ اور رسول کریمؐ کے درمیان تقسیم کی تھی شیعوں کے اسی عقیدے کی بنا پر میں انہیں کافر سمجھتا ہوں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ کچھ شیعہ سمجھتے ہیں کہ قرآن نامکمل ہے۔